

تقدیر پرستی ہے

شری شری

یا انسان۔
اہم الناظرین شمس المصطفیٰ مفسر اعظم

حضرت علامہ الحاج
مدظلہ العالی
مفتی محمد رفیع احمد صاحب



بسم الله الرحمن الرحيم

الصلوة والسلام عليك يا رحمة للعالمين

تقدیر برحق ہے

مصنوع لطیف

شمس المصنفین، فقیہ الوقت، قسّ ملت، مفسر اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابوالصالح مفتی محمد فیض احمد اویسی دامت برکاتہم القدسیہ

() ☆ ☆ ☆ ()

() ☆ ☆ ()

() ☆ ()

پیش لفظ

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ کو اس کائنات کے پیدا کرنے سے پہلے اس کا علم تھا اللہ تعالیٰ کے اس علم سابق کو تقدیر کہتے ہیں۔ وہی لوح محفوظ نوشتہ ہے جسے لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم اس نوشتہ پر مجبور ہیں تو پھر سزا و جزا کیسی۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں لکھا کہ بندے لازماً اسے نوشتہ کے مطابق کریں بلکہ اپنے علم محیط سے خبر دی کہ وہ اپنے ارادہ و اختیار سے یوں نہیں کریں گے۔

اسے بلا تمثیل یوں سمجھیں کہ ہم ایک بچے کی چال ڈھال، طرز و طریق اور اس کی رفتار و گفتار سے سمجھتے ہیں کہ یہ ایسے ہوگا ویسے ہوگا اور ویسے ہی ہوا لیکن ہمارا یہ اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کا علم کامل اور صحیح ہے اس لئے اس کے اندازہ میں کسی غلطی کا کوئی امکان نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کیا اور اسے اس کائنات کی تمام حقیقتوں کا پیدا کرنے سے پہلے علم تھا کہ بعد میں پیدا ہونے والی یہ تمام مخلوق کس نہج پر کام کرے گی کتنا عرصہ کام کرے گی اور اس کے کئے ہوئے کاموں میں سے کتنے کام قابل ستائش ہوں گے اور کتنے لائق مذمت۔ اللہ تعالیٰ کے اسی ازلی علم کا نام تقدیر ہے یا یوں سمجھئے کہ ایک انجینئر ڈیم بنانے سے پہلے اس کی تمام تفصیلات پر غور کرتا ہے اس میں استعمال ہونے والے میٹریل اور اس کی صلاحیت کا جائزہ لیتا ہے اور ڈیم بنانے سے پہلے ایک تفصیلی نقشہ تیار کرتا ہے پھر اس کی صلاحیت کا جائزہ لیتا ہے پھر اس کو بنانے سے پہلے اس کے میٹریل کی استعداد اور اس کی کارکردگی کی عمر کا اندازہ کر کے پیش گوئی کر دیتا ہے کہ مثلاً یہ ڈیم سو سال تک کارآمد رہ سکتا ہے لیکن انجینئر کا علم چونکہ ناقص ہوتا ہے اسی لئے وہ غلط ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے ایسا تصور تو بہ تو بہ پھر ہم مسلمان ہیں ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں جو جس طرح چاہے اپنی ملکیت میں تصرف فرمائے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاعراض نہیں ہوتے۔ اس مسئلہ میں عقل اور قیاس کی گنجائش نہیں ہے اور صرف کتاب اور سنت کی تصریحات پر توقف کرنا لازم ہے اور جو شخص اس سے عدول کرے گا وہ گمراہ ہوگا اور دریائے حیرت میں غرق ہوگا۔ اس کے نفس کو شفاء حاصل نہیں ہوگی اور نہ اس کا قلب مطمئن ہوگا کیونکہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے اللہ تعالیٰ نے یہ علم کسی کو نہیں دیا یا انبیاء و اولیاء علی نبینا علیہم السلام کی بات اور ہے۔ فقیر تقدیر کے متعلق یہ اوراق اہل اسلام کی نذر گزارتا ہے ان کے لئے مشعل راہ ہدایت و فقیر اور ناشر کے

لئے تو شہ آخرت بنائے۔ (آمین)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الکریم الامین وآلہ واصحابہ اجمعین

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

تمہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ امام الانبیاء والمرسلین

وعلی آلہ الطیبین واصحابہ الطاہرین واولیاء اُمة الکاملین وعلماء ملتہ الراسخین

اما بعد! ہر دور میں بالخصوص ہمارے زمانے میں عوام تو اپنی جہالت و لاعلمی کی وجہ سے تقدیر کے بارے میں دل میں خاصی الجھن رکھتے ہیں لیکن ان کے ساتھ جب پڑھے لکھے لوگ بھی تقدیر کے متعلق طرح طرح کے خدشات پیدا کرتے ہیں تو عوام اور پڑھے لکھے تعلیم یافتہ ہر دونوں تقدیر کا انکار کر بیٹھتے ہیں یا کم از کم شکوک و شبہات میں گرفتار ضرور ہوتے ہیں پھر اس مسئلہ میں منکرین تقدیر دہریے کیونست قسم کے لوگ جلتی پر آگ ڈالنے کا کام کر جاتے ہیں جس سے عوام مسلمان اور انگریزی تعلیم یا اس کے ماحول میں زندگی بسر کرنے والے تقریباً تقدیر کے انکار کا مظاہرہ کرتے ہیں یا کم از کم منکرین تقدیر کے ہمنوا ضرور ہو جاتے ہیں۔ فقیر اویسی غفرلہ کا ارادہ ہوا کہ اس مسئلہ کو عقلی اور نقلی دلائل سے ایسے صاف و شفاف طریقہ سے لکھوں جس سے اہل اسلام کا ایمان تازہ بلکہ مستحکم اور مضبوط اور منکرین تقدیر کو انکار کی گنجائش نہ ہو۔ (وبیدہ التوفیق)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الکریم الامین وآلہ واصحابہ اجمعین

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۳ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ بروز جمعہ المبارک بعد اذان الفجر

مقدمہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبی بعده

تقدیر کا مسئلہ سمجھنے سے پہلے اسلاف صالحین رحمہم اللہ کے نصائح و پند کے علاوہ عقیدہ تقدیر اور منکرین تقدیر کی غلط فہمی اور تقدیر کا لغوی معنی اور اس کا شرعی مفہوم قضاء و قدر کا لغوی و شرعی معنی اور اس کے بارے میں مذاہب عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

☆ حضرت امام اسماعیل حقی حنفی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ تقدیر ایک پوشیدہ راز ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ سعادت مندی کے آثار سعادت مندوں کے اقرار اور بدبختی کے آثار بدبختوں کے انکار سے ظاہر ہوتے ہیں۔ تقدیر سے انکار کرنے کی مثال بیچ جیسی ہے جو زمین میں پوشیدہ ہوتا ہے کہ اس کا اظہار شجر کی وجہ سے ہوگا کیونکہ وہ شجرہ میں مستور ہے۔ اب درخت سے خارج ہو کر ٹہنیوں میں جا گزیں ہے لیکن ہے پوشیدہ۔ یہاں تک کہ ٹہنیوں سے خارج ہو کر شمرہ کی شکل میں آ جاتا ہے لیکن اب بھی مخفی ہے۔ یہاں تک کہ شمرہ سے ظاہر ہو گیا اور بیج کے ظہور کا خاتمہ ہو گیا شمرہ کی وجہ سے۔ اسی طرح تقدیر کا راز ہے اور یہ بھی سعادت و شقاوت کا بیج ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں پوشیدہ ہے یہاں تک کہ انسان کے وجود کے شجرہ سے ظاہر ہوا۔ پھر اس انسانی شجرہ میں وہی سعادت و شقاوت پوشیدہ رہی پھر اس کا ظہور اخلاق کی ٹہنیوں سے ہوا لیکن وہی بیج اب بھی ان ٹہنیوں میں پوشیدہ ہے۔ اب وہ اعمال کے شمرہ میں ظاہر ہونے لگی یعنی اقرار و انکار اور ایمان و کفر۔ اب جبکہ ان کا ظہور ہو گیا تو تقدیر کے راز پر مہر لگ گئی اور وہی یعنی سعادت و شقاوت شمرہ ایمان و کفر سے ظاہر ہوئی۔ پس تقدیر کا راز سعادت و شقاوت کی مہر لگانے سے ظاہر ہوگا پس جن لوگوں کے دلوں پر کفر کی مہر لگائی اگرچہ اس مہر کے نقش احکام ازلیہ اور تقدیر کے راز سے ہیں یہاں تک کہ وصال کی دولت سے محروم ہو گئے۔ اس سے ان کے کانوں پر مہر لگائی کہ اب وہ مالک ذوالجلال کے خطاب کو نہیں سن سکتے اور ان کی آنکھوں پر اندھا پن اور گمراہی کے پردے ہیں کہ اب وہ اس جلال و کمال کو نہیں دیکھ سکتے۔ (روح البیان پارہ ۱، تحت آیت ختم اللہ فی قلوبہم)

☆ حضرت حافظ علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کسی چیز کا علم، ارادہ اور قول کے مطابق موجود ہونا تقدیر ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا قدر سے مراد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ علماء نے بیان کیا ہے کہ ازل میں حکم کلی اجمالی قضاء ہے اور اس حکم کی تفصیلات اور جزئیات قدر ہیں۔ علامہ سمعانی نے کہا اس کو جاننے میں عقل اور قیاس کا دخل نہیں ہے اس کا

جاننا صرف کتاب اور سنت پر موقوف ہے جو شخص کتاب و سنت کے بغیر تقدیر کو جاننا چاہے گا وہ یا گمراہ ہو جائیگا یا دریائے حیرت میں غرق ہوگا کیونکہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک سر ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اس کا علم کسی بھی عاقل کو ہے نہ ملک مقرب کو۔ ایک قول یہ ہے کہ جنت میں دخول کے بعد تقدیر کا علم منکشف ہو جائے گا اس سے پہلے نہیں ہوگا۔ (فتح الباری شرح البخاری جلد ۱ صفحہ ۷۷۷)

عقیدہ تقدیر

اسلام میں تقدیر کا عقیدہ فرض ہے اس کا منکر کافراور خارج از اسلام ہے۔

والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ

یعنی تقدیر حق ہے ہر خیر وشر اللہ تعالیٰ سے ہی ہے

اس کے لئے دلائل کی ضرورت نہیں کیونکہ اسلام کا یہ مسلم عقیدہ ہے۔ چند نقلی دلائل آخر میں عرض کئے جائیں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

سوال

دو پر حاضریہ میں منکرین تقدیر کی طرف سے عام مشہور اعتراض ہے کہ قرآن میں جس آیت کے معنی اے محمد ان اشخاص کو زیادہ ہدایت مت کرو ان کے لئے اسلام کے واسطے مشیت ازیلی نہیں ہے یہ مسلمان نہ ہونگے اور ہر امر کے ثبوت میں اکثر آیات آقرنی موجود ہیں تو پس کیونکر خلاف مشیت پروردگار کوئی امر ظہور پذیر ہو سکتا ہے کیونکہ مشیت کے معنی ارادہ پروردگار عالم کے ہیں تو جب کسی کام کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا تو بندہ اس کے خلاف کیونکر کر سکتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے جب قبل پیدائش کسی بشر کے ارادہ اس کے کافر رکھنے کا کر لیا تھا تو اب وہ مسلمان کیونکر ہو سکتا ہے بھدی من یشاء کے صاف یہ معنی ہیں کہ جس امر کی طرف اس کی خواہش ہوگی وہ ہوگا۔ پس انسان مجبور ہے اس سے باز پرس کیونکر ہو سکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا کیونکہ جس وقت اس کو ہدایت از جانب باری عزاسمہ ہوگی فوراً وہ اختیار کرے گا۔ علم اور ارادہ میں بین فرق ہے یہاں من یشاء سے اس کی خواہش ظاہر ہوتی ہے پھر انسان باز پرس میں کیوں لایا جائے۔ معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بشر کو اہل جنان سے کرنا چاہتا ہے تو اس کو ایسی ہی ہدایت ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس سوال کا تفصیلی جواب آئندہ اوراق میں پڑھئے۔

تقدیر کا لغوی معنی

اصطلاحی معنی سمجھنے کے لئے ضروری ہوتا ہے پہلے لغوی معنی ذہن نشین ہو اس سے اصطلاحی معانی سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ علامہ ابن منظور "لسان العرب" میں لکھتے ہیں کہ تقدیر کے کئی معانی ہیں۔

التقدير على وجوه من المعاني أحدهما التروية والتفكير في تسوية امر وتهيشة والثاني تقديره بعلامات يقطعها عليها والثالث ان تنوى امرا بعقدك تقول: قدرت امر كذا وكذا اي تويته وعقدت عليه ويقال قدرت لا امر كذا القدر له واقدر قدرا اذا نظرت فيه ودبرته وقايسته ومنه قول عائشة رضوان الله عليها فاقدروا القدر الجارية الحديثة السن اي قدر واو قايسوا وانظر واوافكر واليه شمر يقال قدرت اي هيات وقدرت اي اطلقت وقدرت اي ملكت وقدرت اي وقت قال ابو عبيده اقدر بذرعك بيننا اي ابصر واعرف قدرك (الي قولہ) وقدروہ اي ضيقہ قال الفراء فی قوله عز وجل وذالون اذ ذهب مغاضبا فظن ان لن نقدر عليه من العقوبة ما قدرنا فاما من اعتقد ان يونس عليه السلام ظن ان لن يقدر الله عليه فهو كافر لان من ظن ذلك غير مؤمن ويونس عليه السلام رسول لا يجوز ذلك الظن عليه (الي قولہ) فاما يكون قوله ان لن نقدر عليه من القدرة فلا يجوز لان من ظن هذا كفر۔ (لسان العرب)

تقدیر کے کئی معانی ہیں (۱) کسی چیز کو بنانے میں غور و فکر کرنا (۲) ایک چیز کو نشانیوں سے دوسری چیز کے مطابق کرنا (۳) کسی چیز کی نیت کرنا، کسی چیز کا عزم بالجزم کرنا (۴) کسی چیز کے متعلق غور و فکر کرنا، قیاس اور اندازہ لگانا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ایک کم سن لڑکی کے متعلق قدر (اندازہ) کرو۔ شمر نے کہا تقدیر کے معنی ہیں بنانا، طاقت رکھنا، مالک ہونا اور کسی چیز کا وقت مقرر کرنا۔ ابو عبیدہ نے کہا اس کا معنی ہے کسی چیز کا مرتبہ، نیز تقدیر کا معنی ہے تنگی کرنا۔ قرآن مجید میں ہے حضرت یونس علیہ السلام جب (اپنی قوم سے) ناراض ہو کر (اللہ تعالیٰ سے اجازت لئے بغیر) چلے گئے تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے۔ اس آیت میں تقدیر تنگی کے معنی میں ہے اور جس نے اس کو قدرت کے معنی میں لیا یعنی حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر قدرت نہیں پائیں گے وہ کافر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق قادر نہ ہونے کا گمان کرنا کفر ہے اور حضرت یونس علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں اور ان کا اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ گمان کرنا ممکن نہیں ہے لہذا اس آیت میں لفظ کو قدرت کے معنی میں لینا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق قادر نہ ہونے کا گمان کرنا کفر ہے۔ (لسان العرب)

لطیفہ

دیوبندیوں وغیرہ نے یونس علیہ السلام کے اس مضمون کا وہ ترجمہ لکھا جسے لسان العرب میں کفر لکھا۔ چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم ان پر (اس چلے جانے میں) کوئی دارو گیر نہ کریں گے اور مولوی محمود الحسن دیوبندی نے لکھا کہ پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اگرچہ اشرف علی تھانوی نے گول مول لکھا لیکن محمود الحسن دیوبندی نے صاف لکھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اسی ترجمہ کو لسان العرب میں کفر لکھا۔ واہ! امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز آپ نے ایسا نفیس ترجمہ لکھا کہ نہ صرف بے غبار ہے بلکہ نفیس ترین ہے چنانچہ آپ نے لکھا گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔ (کنز الایمان)

انتباہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ترجمہ کی نفاست اور دیوبندیوں کے ترجمہ کی غلاظت کا کوئی اعتراف نہیں کرتا تو اس کے ایمان و اسلام کے دعویٰ پر صد حیف اور ہزار افسوس۔

فائدہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے علاوہ اکثر تراجم بد عقیدہ والوں نے مذکورہ بالا دو مترجمین (تھانوی اور محمود الحسن دیوبندی) نے لکھا چنانچہ مودودی نے بھی تفہیم القرآن میں اسی آیت کا یہی معنی لکھا سمجھا تھا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے۔ مزید تفصیل فقیر کی تصنیف جان ایمان ترجمہ کنز الایمان میں دیکھئے۔

قضاء و قدر کا لغوی معنی

قرآن و احادیث میں تقدیر کے بجائے قضاء و قدر کے الفاظ زیادہ مستعمل ہوئے ہیں اسی لئے ان دونوں کی لغوی تحقیق ملاحظہ ہو۔

قضاء کے معنی ہیں حکم، اللہ تعالیٰ کی قضاء یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم اور قدر کے معنی ہیں اندازہ، اللہ تعالیٰ کی قدر، کسی چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ کا پیشگی اندازہ جو اللہ تعالیٰ کے علم ازلی سے عبارت ہے اور اس اندازے میں غلطی اور اس کے علم میں تغیر اور تبدل محال ہے۔

علامہ ابن منظور نے لسان العرب میں لکھا

القدر القضاء الموفق يقال قدرا لاله كذا تقديره، واذا وافق الشئ الشئ قلت جاء قدره، ابن سیدہ

القدر والقدر القضاء والحکم وهو ما يقدر الله عز وجل من القضاء ويحكم به من الامور۔

قدر کا معنی ہے جس قضا کی توفیق دی گئی کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز کو مقدر کر دیا اور جب ایک چیز کسی چیز کے موافق ہو تو ہم کہتے ہیں اس کی تقدیر ہو گئی۔ ابن سیدہ نے کہا قدر اور قدر کا معنی ہے قضاء اور حکم۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ان کا اندازہ کیا ہے

اور حضرت علامہ سید علامہ مرتضیٰ حسین زبیدی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تاج العروس میں لکھتے ہیں علامہ ازہری نے لیث سے نقل کیا ہے کہ القدر کا معنی ہے القضاء اور الحکم اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ جو قضاء مقدر کرتا ہے اور جن چیزوں کا حکم دیتا ہے نیز قدر کا معنی ہے کسی چیز کا مبلغ کو پہنچنا مثلاً مقدار اور قدر کا معنی ہے طاقت اور منکر تقدیر کو قدر یہ کہتے ہیں۔ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ انسانوں میں سے کون ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس علم سابق کو ثبت کر دیا اور لکھ دیا اسی کو تقدیر کہتے ہیں۔ قدر کا معنی تنگی بھی ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق جو قرآن مجید میں

فَقُنْ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ (پارہ ۷، سورۃ الانبیاء، آیت ۸۷)

ترجمہ: تو (انہوں نے) کہاں کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔

اس آیت میں تقدیر کو قدرت سے تعبیر کرنا کفر ہے۔

فائدہ

حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق تبصرہ مذکورہ ہو چکا ہے۔

تقدیر کی تعریف شرعی

لغوی معنی سمجھنے کے بعد اب تقدیر کا شرعی معنی ملاحظہ ہو۔

علامہ تفتازانی تقدیر کا شرعی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

تقدیرہ وهو یحدید کل مخلوق بحده الذی یوجد من حسن وقبح و نفع و ضرر وما یحویہ من زمان

او مکان وما یترتب علیہ من ثواب و عقاب۔ (شرح عقائد تفتازانی)

ہر مخلوق کی اس کے حسن، قبح، نفع، ضرر، اس کے زمانہ (مدت حیات) اس کے رہنے کی جگہ اور اس کے ثواب اور عذاب کی

مقرر کردہ حد کا نام اس کی تقدیر ہے۔

فائدہ

علامہ میر سید شریف نے بھی تقدیر کی یہی تعریف کی ہے۔ ملاحظہ ہو **کتاب التعریفات** - حضرت علامہ

تفتازانی لکھتے ہیں

سوال

تقدیر کو ماننے سے یہ لازم آئے گا کہ کافر اپنے کفر میں اور فاسق اپنے فسق میں مجبور ہو پھر ان کو ایمان اور اطاعت کے ساتھ مکلف کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

جواب

اللہ تعالیٰ نے ان کے اختیار سے ان کے کفر اور فسق کا ارادہ کیا لہذا یہ جبر نہیں ہے اور کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ اپنے اختیار سے کفر اور فسق کریں گے اس لئے محال کا مکلف کرنا لازم نہیں آیا۔ (شرح عقائد للنفسی)

اس سوال کے جوابات تفصیلیہ آئندہ اوراق میں آئیں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

قضاء و قدر کا شرعی معنی

حضرت علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قضاء کا معنی لکھتے ہیں

هو عبارة عن الفعل مع زيادة الاحكام۔ (شرح عقائد)

قضاء مضبوط کام کو کہتے ہیں۔

علامہ خیالی لکھتے ہیں

يؤيده قوله تعالى فقضاء من سبع سموات فهو من الصفات الفعلية وفي شرح المواقف ان قضاء الله

تعالى هو ارادته الازلية بالاشياء على ما هي عليه فيما لا يزال فهو من الصفات الذاتية

(حاشیہ خیالی علی شرح العقائد)

قضاء کی فعل کے ساتھ تعبیر کرنے کی تائید اس آیت میں ہے

فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ (پارہ ۲۴، سورۃ نجم السجدۃ، آیت ۱۴)

ترجمہ: تو انہیں پورے سات آسمان کر دیا۔

لہذا قضاء صفات فعلیہ میں سے ہے اور شرح المواقف میں ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے اشیاء کا جیسی وہ ہیں

ارادہ کیا تھا اس ارادہ کا نام ہے۔ (حاشیہ خیالی علی شرح العقائد)

ازالہ وہم

بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ قضا اور قدر کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے علم اور اپنے حکم کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کر دیا ہے حالانکہ اس طرح معاملہ نہیں ہے۔ تقدیر کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی سے پہلے ہی یہ خبر دے دی ہے کہ بندہ اپنے اختیار اور ارادہ سے کیا کام کریگا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے خیر و شر میں سے پیدا کیا یعنی خلق اللہ تعالیٰ کا کام کب بندے کا کام۔ (تفصیل آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ قضا کے تین معنی ہیں ایک لغوی معنی ہے یعنی حکم اور فعل، دوسرا معنی اشاعرہ کی اصطلاح ہے یعنی اشیاء، جس طرح نفس الامر اور واقع میں ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جو ارادہ ازل میں متعلق تھا اس کا خلاصہ ہے ارادہ ازلیہ، تیسرا معنی فلاسفہ کی اصطلاح ہے یعنی موجودات جس طرح احسن نظام اور اکمل انتظام پر ہیں ان کا ازل میں اللہ تعالیٰ کو جو علم تھا وہ قضاء ہے اور یہی علم تمام موجودات کے لئے مبدء فیضان ہے اس علم کو حکماء تمام اشیاء کے وجود اجمالی، وجود ظلی، لوح محفوظ اور جوہر عقلی سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ محقق طوسی نے اشارات میں لکھا ہے عالم عقلی میں تمام موجودات کا بطور تخلیق مجتمع ہونا قضاء ہے اور تمام موجودات کا خارج میں اپنے اپنے مواقع پر تفصیلاً ایک کے بعد دوسرے کا واقع ہونا قدر ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے

وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ (پارہ ۱۲، سورۃ الحجراء، آیت ۲۱)

ترجمہ: اور کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں (یعنی ہم کو اس کا علم ہے) اور ہم اسے نہیں اتارتے مگر

ایک معلوم انداز سے (یعنی اپنے علم اجمالی کے مطابق ہر چیز کو اپنے وقت پر تفصیلی وجود میں لاتے ہیں)۔

فائدہ

حضرت علامہ تفتازانی نے بھی تلوح میں لکھا ہے کہ حکماء وجود و مخلوقات کو قضاء سے تعبیر کرتے ہیں۔

ازالہ وہم

اللہ تعالیٰ کو ازل میں تمام ممکنات کا جو علم تھا اس کو علم اجمالی اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ ذات واحد ممکنات کے لئے مبدء انکشاف ہے۔ علم اجمالی سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ اس کا کشف ناقص ہے بلکہ اس کا کشف تام اور محیط ہے۔ اس کی تفصیل آئے گی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت فاضل عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے

قال الشارح فی التلویح التحقیق ان القضاء اتمام الشئ اما قولاً كما فی قوله تعالى وقضى ربك الا

تعبدوا الا اياه ای حکم او فعلاً كما فی قوله تعالى فقضاهن سبع سموات۔

علامہ تفتازانی نے تلوٰح میں لکھا ہے کہ تحقیق ہے کہ قضا کا معنی حکم اور فعل ہے۔ حکم کے معنی میں یہ آیت ہے

وَقَضَىٰ رَبُّكَ اِلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ (پارہ ۱۵، سورۃ الاسراء، آیت ۳۳)

ترجمہ: اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو شہرہ جو۔

فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ (پارہ ۲۳، سورۃ حم السجدۃ، آیت ۱۴)

ترجمہ: تو انہیں پورے سات آسمان کر دیا۔

فائدہ

علامہ تفتازانی قضاء و قدر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں فلاسفہ نے کہا ہے کہ تمام موجودات کلیہ اور جزئیہ کی تمام صورت تخلیق اول سے عالم عقلی میں معقول تھیں اور جو الہی کا یہ تقاضا ہوا کہ ان تمام صورتوں کو حکمت کے ساتھ اپنے اپنے زمانے میں قوت سے فعل کی طرف لایا جائے اور خارج میں موجود کیا جائے۔ پس تمام موجودات کا عالم عقلی میں اجماعاً اور ایجاداً وجود قضاء ہے اور ان تمام موجودات کا خارج اور واقع تفصیلاً یکے بعد دیگرے واقع ہونا قدر ہے۔ نیز حکماء نے کہا کہ شر قضاء الہی میں بالتبع داخل ہے کیونکہ چیزیں محض خیر ہے جیسے افلاک اور فرشتے اور بعض چیزوں میں شر ہے لیکن ان پر خیر غالب ہے جیسے اس جہان کی چیزیں مثلاً مرض شر ہے لیکن صحت خیر ہے اور مرض سے زیادہ ہے یا مثلاً بارش کی وجہ سے بعض چیزوں کو نقصان پہنچتا ہے لیکن اس کی خیر غالب ہے اور حکیم شریلیں کی وجہ سے خیر کثیر کو ترک نہیں کرتا۔ (شرح عقائد تفتازانی)

تقدیر کے متعلق مذاہب

(۱) اہل سنت

ازل میں اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو مقدر کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ جان لیا کہ یہ اشیاء ان اوقات میں اس طرح واقع ہوگی جن کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے تو یہ اشیاء ان اوقات میں ان صفات کے مطابق واقع ہوتی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا اس کی تفصیل و تحقیق کے لئے رسالہ ہذا تصنیف ہوا۔

(۲) قدریہ

یعنی منکرین تقدیر اس کا اُنہوں نے انکار کیا اور ان کا یہ زعم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کو پہلے مقدر نہیں کیا اور نہ پہلے اللہ تعالیٰ کو ان کا علم تھا ان اشیاء کے واقع ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کو ان کا علم ہوتا ہے اس فرقہ کو قدریہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ فرقہ تقدیر کا انکار کرتا ہے۔

فائدہ

یہ فرقہ اب ختم ہو چکا ہے لیکن آج کل ان کے عقائد کمیونسٹ اور سنی تہذیب کے تعلیم یافتہ گان کالج وغیرہ اور جہاں نے اپنائے ہوئے ہیں دانستہ یا نادانستہ ان کے عقائد کا پرچار کر رہے ہیں۔

(۳) بعض لوگ کہتے ہیں کہ خیر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور شر اس کے غیر جانب کرتے ہیں۔ اہل حق تمام امور کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کرتے ہیں اور تقدیر اور تمام افعال کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور قدریہ افعال کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اُمت ہذا کا مجوس کہا گیا ہے اس کی تفصیل آگے مذکور ہوگی۔

(۴) مجوسی

مجوس دو خدا مانتے ہیں یزدان خالق خیر اور اہرمن خالق شر۔ اسی طرح قدریہ بھی خیر کا خالق اللہ تعالیٰ کو اور شر کا خالق اپنے آپ کو قرار دیتے ہیں۔

(۵) معتزلہ

یہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے لیکن اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور ان افعال کا فاعل بالاختیار انسان ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن ان افعال کا سب بالاختیار انسان ہے یعنی خالق افعال اللہ تعالیٰ ہے اور ان کا سب انسان۔

دیوبندی معتزلہ کے نقش قدم پر

ناظرین سن کر حیران ہو گئے کہ دیوبندی فرقہ معتزلہ کے نقش قدم پر کیسے ہے۔ فقیر اویسی غفرلہ نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے یہاں ایک صرف ایک حوالہ پر اکتفا کرتا ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کا شاگرد اور مولوی غلام خان راولپنڈی کا استاد مولوی حسین علی ساکن واں پھر اں ضلع

میانوالی بلخہ الحیر ان صفحہ ۱۵ میں لکھتا ہے

حاصل مقام کا یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت قائل ہیں کہ سب کچھ پہلے لکھا ہوا ہے اور اسی کے مطابق دنیا میں امور ہو رہے ہیں لہذا اس مذہب پر اعتراضات قویہ معتزلہ کے آتے ہیں یعنی پس لازم آگیا کہ بندہ کو عذاب دینے کی وجہ کیا ہوئی گناہوں سے اور خود مختار بھی نہ رہا کیونکہ اوپر اس تقدیر کے خود مختار ہونے کا معنی نہیں معلوم ہوتا کہ کیا ہے اسی واسطے مسامرے والے نے اس کا جواب نہ دیا اور کہا کہ یہ نہایت سخت اشکال ہے اور تفسیر کبیر والے نے کہا کہ اس کے واسطے بہت حیلے کئے ہیں لیکن کوئی معتد بہ جواب نہ دیا جس سے تسلی اور یقین آجائے۔ دوسرے باری تعالیٰ اس تقدیر پر مختار رہا کیونکہ اس تقدیر پر مزید ہونے کا معنی کیا ہے بلکہ لازم آتا ہے کہ مختار نہ رہے جیسا کہ حکماء کہتے ہیں اور معتزلہ کہتے ہیں کہ پہلے ذرہ بذرہ لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ جو چاہا تھا لکھا تھا سب چیز موجود کا عالم ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کا بھی عالم ہے اور جس چیز کا بھی ارادہ نہیں کیا اس کا عالم نہیں ہے کیونکہ اصل میں وہ شے بھی نہیں ہے اور انسان خود مختار ہے اچھے کام کریں یا نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کو اس پر کوئی شے واجب نہیں ہے تاکہ مذہب حکماء کا ثابت ہو۔

کل فی کتاب مبین

یہ علیحدہ جملہ ہے ما قبل کے ساتھ متعلق نہیں تاکہ یہ لازم آئے کہ تمام باتیں اولاً کتاب میں لکھی ہوئی ہیں جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے تمام اعمال لکھ رہے ہیں فرشتے۔

تبصرۃ اویسی غفرلہ

اہل سنت کا مذہب لکھ کر اس پر معتزلہ کے اعتراضات قویہ لکھ کر اہل سنت کے مذہب کا منہ چڑانا ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے کوئی کہے کہ ختم نبوت کے بارے میں اہل سنت کا یہ مذہب ہے لیکن اس پر مرزائیوں کے اعتراضات قویہ واقع ہوتے ہیں پھر مولوی حسین علی اہل سنت کے محققین مثلاً صاحب مسافرہ اور امام فخر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بے بس ثابت کر کے اہل سنت کے دلائل پر خود بھی تنقید کی وغیرہ وغیرہ۔

(۶) جبریہ

کہتے ہیں کہ بندہ کا بالکل اختیار نہیں ہوتا اور اس کی حرکات جمادات کی حرکت کی طرح ہیں اسے ان پر بالکل قدرت نہیں ہوتی اور نہ اس کا کوئی قصد اور اختیار ہوتا ہے۔

تردید

اس مذہب کی تردید کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کا یہ عقیدہ صریح البطلان ہے کیونکہ ہم کسی چیز کو قوت کے ساتھ

پکڑنے اور ریشہ کی حرکت میں بدابہتہ فرق کرتے ہیں کہ پہلی حرکت اختیار ہے اور دوسری اضطراری ہے اور اگر بندے کا بالکل کوئی فعل نہ ہوتا تو اس کا مکلف ہونا صحیح نہیں ہوتا اور نہ اس کے افعال پر ثواب اور عذاب کا استحقاق مرتب ہونا اور انسان کی طرف اس کے افعال کی نسبت صحیح نہ ہوتی۔

قرآن مجید سے جبریہ مذہب کا بطلان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

(۱) فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

(پارہ ۲۱، سورۃ السجدۃ، آیت ۷۱)

ترجمہ: تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے صلہ ان کے کاموں کا۔

(۲) أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

(پارہ ۲۱، سورۃ السجدۃ، آیت ۱۹)

ترجمہ: جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے بسنے کے باغ ہیں ان کے کاموں کے صلہ میں مہمانداری۔

(۳) هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (پارہ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۳۷)

ترجمہ: انہیں کیا بدلے گا مگر وہی جو کرتے تھے۔

(۴) إِنَّهُمْ رِجْسٌ وَمَا يُبْهِمُ جَهَنَّمَ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (پارہ ۱۱، سورۃ التوبۃ، آیت ۹۵)

ترجمہ: وہ (منافق) تو نرے پلید ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے بدلہ اس کا جو کماتے تھے۔

سوال

بندہ کے فاعل بالاختیار ہونے کا صرف یہ معنی ہے کہ وہ قصد اور ارادہ کے ساتھ اپنے افعال کا موجد ہو اور تم یہ کہتے ہو کہ بندہ کے افعال کا اللہ تعالیٰ موجد ہے اور مقدور واحد و مستقل قدرتوں کے تحت داخل نہیں ہو سکتا۔

جواب

یہ بات دلیل سے ثابت ہو چکی ہے کہ خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بھی بدابہت سے معلوم ہے کہ بعض افعال میں بندہ کا دخل ہوتا ہے اور بعض میں نہیں ہوتا مثلاً کسی چیز کو قوت سے پکڑنے میں اس کا دخل ہے اور ریشہ کی حرکت میں اس کا دخل نہیں ہے۔ اس لئے یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور بندہ کا سب ہے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ بندہ

کا اپنی قدرت اور ارادہ کو صرف کرنا کسب ہے اور بندہ کے ارادہ کے بعد اس پر فعل پیدا کرنا خلق ہے اور فعل کے ساتھ بندہ کی قدرت یہ حیثیت کسب متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت یہ حیثیت خلق متعلق ہے۔

سوال

حضرات صوفیہ کرام کے افعال و اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حضرات بھی مذہب جبر یہ کو ترجیح دیتے ہیں۔

جواب

یہ عقیدہ اہل سنت ہیں جبر یہ مذہب سے کیا تعلق۔ ہاں وہ خود اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتے ہیں تاکہ نفس شیطان کی شرارتوں سے محفوظ ہو جائیں چنانچہ حضرت مولانا نظامی گنجوی نے سکندر نامہ کے مقدمہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا

تو دانی حساب کم و بیش را

سپردہ تو مایہ خویش را

اس کی مزید تحقیق و تفصیل فقیر کی شرح منشوی یعنی صدائے نوحی میں پڑھئے۔

فائدہ

اہل شرع فرماتے ہیں کہ انسان امور مساویہ امور تکوینیہ میں مجبور ہے اور احکام شرعیہ میں مختار ہے مثلاً موت اور حیات، صحت اور مرض، حوادث اور مصائب، رزق کی تنگی اور دیگر مساوی اور تکوینی امور میں انسان مجبور ہے اور ایمان اور کفر، نیک عمل اور بد عمل کرنے میں انسان مختار ہے اور انہی کے اعتبار سے انسان جزاء اور سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ ہم نے تقدیر کے ثبوت میں جو قرآن مجید سے آیات پیش کی تھیں ان کا تعلق آسمانی امور سے تھا جن میں انسان مجبور ہے اور احکام شرعیہ میں انسان مختار ہے۔ اس کی تفصیل آئندہ اوراق میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ

باب نمبر ۱

اہل سنت حق مذہب ہے اس کے قرآن و احادیث مبارکہ میں بے شمار دلائل ہیں۔ فقیر چند دلائل از آیات قرآنیہ سے عرض کرتا ہے جیسا کہ پہلے بار بار عرض کیا جا چکا ہے کہ اہل سنت کا مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کا خالق ہے تو اس کے افعال کا بھی اور معتزلہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ آیات ذیل میں اہل سنت کی تائید اور معتزلہ وغیرہ کی تردید عرض کی جاتی ہے۔

تائید اہل سنت و تردید معتزلہ

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

(۱) **وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ** (پارہ ۲۳، سورۃ الصافات، آیت ۹۶)

ترجمہ: اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔

سوال

ہم از خود چلنے والے اور رعشہ والے کی حرکت میں بداہتہ قرق دیکھتے ہیں کہ پہلی حرکت اختیار اور دوسری اضطراری ہے نیز اگر انسان کے افعال کا اللہ تعالیٰ خالق ہو تو انسان کو مکلف کرنا اس کے اچھے کاموں پر مدح اور ثواب اور برے کاموں کی مذمت اور ان پر عذاب دینا باطل ہو جائے گا۔

جواب

یہ الزام جبریہ کی طرف متوجہ ہوگا جو انسان کے کسب اور اختیار کی بالکل نفی کرتے ہیں اور ہم کسب اور اختیار کے قائل ہیں جیسا کہ ہم عنقریب اس کی تحقیق کریں گے۔

انسان کے افعال اختیاری ہوتے ہیں وہ اگر نیک کام کرے تو اس کو ثواب ملتا ہے اور اگر بُرے کام کرے تو اس کو عذاب ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف جبریہ کہتے ہیں کہ انسان جماد کی طرح بے اختیار اور مجبور ہے ان کی تردید ہم نے ابھی عرض کی ہے۔

عقیدہ

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو مقدر کیا یعنی چیزوں کو پیدا کرنے سے پہلے وہ ان کی مقادیر، ان کے احوال اور ان کے زمانوں کو جانتا تھا پھر اس نے ان چیزوں کو اپنے علم سابق کے مطابق پیدا کیا۔ لہذا عالم سفلی ہو یا علوی اس میں جو چیز بھی صادر ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم، اس کی قدرت اور اس کے ارادہ سے صادر ہوتی ہے اس میں مخلوق کا کوئی دخل نہیں ہوتا البتہ مخلوق کا ایک قسم کا کسب ہوتا ہے اور ان کی طرف افعال کی نسبت اور اضافت ہوتی ہے اور یہ کسب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اس کی تیسیر، اس کی توفیق اور اس کے الہام سے ہوتا ہے اور خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے برعکس قدریہ نے یہ کہا کہ اعمال ہم پیدا کرتے ہیں اور ان کی مدت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(۲) **اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ** (پارہ ۲، سورۃ القمر، آیت ۴۹)

ترجمہ: بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔

شان نزول

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نجران کا وفد آیا اور اس نے کہا: عمل ہمارے قبضہ میں ہے اور اجل ہمارے غیر کے قبضہ میں ہے تو یہ آیت نازل ہوئی

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (پارہ ۲، سورۃ القمر، آیت ۴۹)

ترجمہ: بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔

پھر انہوں نے کہا یا محمد (ﷺ)! ہمارے لئے گناہ لکھ دیا جاتا ہے پھر ہمیں اس پر عذاب دیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم قیامت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ جھگڑو گے۔ (تفسیر قرطبی پارہ ۲)

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ایک منصوبہ سے بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کے بنانے سے پہلے اس کا کامل علم تھا۔ اس علم کے مطابق اس کو ایک مقررہ وقت پر ایک خاص شکل و صورت میں بنایا گیا اس کو ایک خاص حد تک نشوونما دی گئی ایک خاص وقت تک اس کو باقی رکھا گیا اور اس کی مدت پوری ہونے کے بعد اس کو ختم کر دیا گیا اسی طرح اپنا وقت پورا ہونے کے بعد یہ تمام دنیا بھی ختم کر دی جائے گی یہی ہر چیز کی اور پوری دنیا کی تقدیر ہے۔

علامہ راغب اصفہانی تقدیر کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

بأن يجعلها على مقدار مخصوص ووجه مخصوص جسمًا اقتضت الحكمة۔ (المفردات)

اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق مخصوص مقدار اور مخصوص شکل و صورت پر اشیاء کو پیدا کرتا ہے

اللہ تعالیٰ اشیاء کو دو طریقہ سے پیدا فرماتا ہے بعض چیزوں کو ابتداءً علی وجہ الکمال پیدا فرماتا ہے اور ان میں فطاری ہونے تک کوئی کمی اور اضافہ نہیں ہوتا جیسے آسمان اور بعض چیزوں کے پہلے اصول پیدا فرماتا ہے پھر بتدریج ان کی نشوونما کرتا ہے جیسے کھجور کی گٹھلی سے کھجور پیدا ہوتی ہے سب پیدا نہیں ہوتا اور انسان کے نطفہ سے انسان پیدا ہوتا ہے کوئی حیوان پیدا نہیں ہوتا۔

خلاصہ یہ کہ اشیاء کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو ان کی مقادیر، ان کے احوال اور ان کے زمانوں کا علم تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سابق کے مطابق ان اشیاء کو پیدا فرمایا۔ عالم علوی ہو یا سفلی ہر عالم میں جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم، اس کی قدرت اور اس کے ارادے سے وجود میں آتی ہے کسی چیز کی ایجاد میں مخلوق کے کسب اور نسب اور اضافت کے علاوہ مخلوق کا کسی قسم کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہ کسب بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت، توفیق، الہام اور تیسیر سے

حاصل ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی نصوص اور احادیث مبارکہ کی تصریحات اس پر شاہد عدل ہیں۔ آیات عرض کی جارہی ہیں اور احادیث مبارکہ آگے مذکور ہوں گی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

(۱) **ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ** (پارہ ۷، سورۃ الانعام، آیت ۱۰۲)

ترجمہ: یہ ہے اللہ تمہارا رب اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کا بنانے والا تو اسے پوجو۔

(۲) **اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ** (پارہ ۲۳، سورۃ الزمر، آیت ۶۲)

ترجمہ: اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

(۳) **وَمَا تَشَاءُ وَنْ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ** (پارہ ۲۹، سورۃ دھر، آیت ۳۰)

ترجمہ: اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

(۴) **وَمَا تَشَاءُ وَنْ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ** (پارہ ۳۰، سورۃ الکویر، آیت ۲۹)

ترجمہ: اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ جو سارے جہان کا رب۔

خلاصہ کلام

ان آیات سے واضح ہوا کہ انسان کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور کاسب خود انسان ہے۔ انسان کسب کرتا ہے خلق کا معنی ہے کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا اور کسب قصد مصمم (پختہ ارادہ) کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے کہ وہ قصد مصمم کے بعد فعل پیدا کر دیتا ہے چونکہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے افعال کا خالق ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رسولوں کو بھیجا جنہوں نے نیکی کرنے اور بُرائی سے بچنے کی تلقین کی اور اللہ تعالیٰ نے نیکی پر جزاء اور برائی پر سزا دیئے کا نظام قائم کیا اور جنت اور جہنم کو بنایا اس لئے یہ ضروری تھا کہ انسان کے لئے قصد اور اختیار کو تسلیم کیا جائے کیونکہ اگر انسان کو نیکی اور بدی اور اچھائی اور برائی پر اختیار نہ ہو تو رسولوں کو بھیجنے اور جزاء اور سزا کے نظام کا کوئی معنی نہیں ہے۔

سوال

جب ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر قصد مصمم (پختہ ارادہ) کا خالق کون ہے؟ اگر اس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو جبر لازم آئے گا اور اگر اس کا خالق انسان ہے تو پھر یہ معتزلہ کے مذہب کی طرف رجوع ہے۔

جواب ۱

اس کا حقیقی کشف تو انشاء اللہ آخرت میں ہوگا تاہم علماء اہل سنت نے اس سوال کے متعدد جوابات دیئے ہیں

جن سے معمولی سی تسکین ہو جاتی ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے یہ عام مخصوص عنہ البعض ہے یعنی قصد مصمم کے سوا ہر چیز کا اللہ تعالیٰ خالق ہے اور قصد اور کسب کا انسان خالق ہے اور اس تخصیص کی عقل تخصص ہے۔

جواب ۲

اللہ تعالیٰ کا ہر چیز کے لئے خالق ہونا اپنے عموم پر ہے اور انسان نے قصد کا خلق نہیں احداث کیا ہے اور انسان خالق تو نہیں ہو سکتا لیکن محدث ہو سکتا ہے کیونکہ خلق کا تعلق موجود بالذات سے ہوتا ہے اور قصد موجود بالذات ہے نہ معدوم بالذات بلکہ بالتبع موجود ہے اس کو اصطلاح میں 'حال' کہتے ہیں۔

جواب ۳

انسان اور اوقات جزئیہ جسمانیہ میں مختار ہے اور علوم کلیہ عقلیہ میں مجبور ہے۔ علامہ عبدالحق خیر آبادی نے لکھا ہے کہ علامہ بہاری نے فطرت الہیہ میں لکھا ہے کہ انسان وہما مختار ہے اور عقلاً مجبور ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ احکام شرعیہ کا تعلق امور جزئیہ مثلاً نماز اور روزے کے ساتھ ہوتا ہے اور امور جزئیہ کے صدور کے لئے انسان میں مبادی جزئیہ قریبہ ہوتے ہیں مثلاً تحمیل جزئی، شوق جزئی خاص اور ارادہ خاصہ اور انہی کے اعتبار سے افعال جزئیہ صادر ہوتے ہیں اور ارادہ ہی کے سبب سے انسان کے افعال، افعال قسریہ اور افعال طبعیہ سے ممتاز ہوتے ہیں اور امور جزئیہ کے صدور کے لئے مبادی کلیہ بعیدہ ہوتے ہیں جو بلا ارادہ واجبتہ التحق ہیں اور مبادی جزئیہ کا وہم سے ادراک ہوتا ہے کیونکہ وہ معانی کلیہ ہیں سو انسان علوم جزئیہ کے اعتبار سے مختار ہے اور اوقات کلیہ کے اعتبار سے غیر مختار ہے اور جب کہ احکام شرعیہ امور جزئیہ ہیں تو اس میں وہم کے حکم کے اعتبار سے اور مکلف ہونے کی صحت مبادی قریبہ کے اعتبار سے ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ انسان وہم کے حکم کے اعتبار سے مختار ہے اور عقل کے حکم کے اعتبار سے مجبور ہے۔ علامہ خیر آبادی نے علامہ تفتازانی سے بھی ایک جواب نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے افعال اختیار یہ کے کچھ اسباب قریب ہیں اور کچھ اسباب بعید ہیں۔ اسباب قریبہ کے اعتبار سے وہ مختار ہے اور وہ اسباب بعیدہ کے اعتبار سے وہ مجبور ہے۔ (شرح مسلم الثبوت صفحہ ۷۷)

یہ عملی بحث ہے اسے علماء کو سپرد کیا جائے۔

(۳) إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (پارہ ۲۸، سورۃ الطلاق، آیت ۳)

ترجمہ: بیشک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے بیشک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔

(۴) نَحْنُ قَدْزَفْنَا بَيْنَكُمْ الْمَوْتَ (پارہ ۲۷، سورۃ الواقعہ، آیت ۶۰)

ترجمہ: ہم نے تم میں مرنا ٹھہرایا۔

(۵) وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أَثْقَى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ وَمَا يُعَمِّرُ مِنْ مَّعْمَرٍ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ عُمُرٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ

(پارہ ۲۲، سورۃ فاطر، آیت ۱۱)

ترجمہ: اور کسی مادہ کو پیٹ نہیں رہتا اور نہ وہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے، اور جس بڑی عمروا لے کو عمر دی جائے یا جس

کسی کی عمر کم رکھی جائے یہ سب ایک کتاب میں ہے۔

(۶) مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا إِنَّ ذَلِكَ عَلَى

اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ

فَخُورٍ ۝ (پارہ ۲۷، سورۃ الحديد، آیت ۲۲، ۲۳)

ترجمہ: نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل اس کے کہ ہم اسے

پیدا کریں بیشک یہ اللہ کو آسان ہے۔ اس لئے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا اور اللہ کو

نہیں بھاتا کوئی اترو تا بڑائی مارنے والا۔

(۷) قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ

(پارہ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۵۱)

ترجمہ: تم فرماؤ ہمیں نہ پہنچے گا (مصیبت) مگر جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا وہ ہمارا مولیٰ ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر

بھروسہ چاہئے۔

(۸) يَقُولُونَ لَوْ كَانُ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا ههنا قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ

الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ (پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۱۵۴)

ترجمہ: کہتے ہیں ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے تم فرما دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے جب بھی

جن کا مارا جانا لکھا جا چکا تھا اپنی قتل گاہوں تک نکل کر آتے۔

(۹) وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ

(پارہ ۸، سورۃ الاعراف، آیت ۳۴)

ترجمہ: اور ہر گروہ کا ایک وعدہ ہے، تو جب ان کا وعدہ آئے گا ایک گھڑی نہ پیچھے ہونے آگے۔

(۱۰) اِنَّ مَا تَكُونُوا يَذَرُكُمْ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ وَاِنْ تُصِيبَهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاِنْ تُصِيبَهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَمَا لِيَ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا (پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۷۸)

ترجمہ: تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آئے گی اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو اور انہیں کوئی بھلائی پہنچے تو کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، اور انہیں کوئی برائی پہنچے تو کہیں یہ حضور کی طرف سے آئی، تم فرما دو سب اللہ کی طرف سے ہے، تو ان لوگوں کو کیا ہوا کوئی بات سمجھتے معلوم ہی نہیں ہوتے۔

تردید جبریہ

چونکہ قدریہ بالمقابل جبریہ فرقہ ہے اگرچہ یہ فرقہ بھی آج کل ناپید ہے لیکن نئی روشنی کا انسان کچھ جبریہ والے نظریات کا شکار ہے اس کے لئے مختصر عرض ہے وہ یہ کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ انسان کے عمل اور ارادہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک نوع کا اختیار دیا ہے خلق اللہ کی جانب سے ہے اور کسب بندہ کی جانب سے ہے اگر انسان کا سب اور درمختار نہ ہوتا تو انبیاء علیہم السلام کو نیکی کی تبلیغ کے لئے مبعوث فرمانا، انسان کو احکام کا مکلف کرنا اور اس کو اس کے اعمال پر جزاء اور سزا دینا بے معنی اور عبث ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا کوئی کام عبث نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خیر اور شر دونوں کو پیدا کیا ہے شر کی طرف ترغیب کے لئے شیطان کو پیدا کیا اور خیر کی طرف رہنمائی کے لئے انبیاء علیہم السلام کو عقل و شعور دے کر یہ اختیار دیا کہ وہ ان میں جس راستے کو چاہے اختیار کر لے پھر وہ جس کام کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قوت اس میں پیدا کر دیتا ہے اور وہ کام اس کے لئے آسان کر دیتا ہے خواہ نیکی ہو یا بدی اور اسی اختیار کے اعتبار سے وہ جزاء اور سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اہل سنت کے عقائد کی تائید اور جبریہ فرقہ کی تردید کے لئے چند آیات حاضر ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٖ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝

(پارہ ۳۰، سورۃ البلد، آیت ۸-۱۱)

ترجمہ: کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں۔ اور زبان اور دو ہونٹ۔ اور اسے دو بھری چیزوں کی راہ بتائی (نیکی اور بدی)۔ پھر بے تامل گھاٹی میں نہ کودا۔

ترجمہ: تو جو حیا ہے ایمان لائے اور جو حیا ہے کفر کرے۔

(۱۰) لَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۖ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۖ

(پارہ ۳۰، سورۃ الزلزہ، آیت ۷، ۸)

ترجمہ: تو جو ایک ذرہ بھلائی کرے اسے (اسکی جزا) دیکھے گا۔ اور جو ایک ذرہ بھرائی کرے اسے (اسکی سزا) دیکھے گا۔

(۱۱) مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ

(پارہ ۲۴، سورۃ عم السجدۃ، آیت ۴۶)

ترجمہ: جو نیکی کرے وہ اپنے بھلے کو اور جو برائی کرے تو اپنے بُرے کو اور تمہارا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

(۱۲) لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (پارہ ۳، سورۃ البقرۃ، آیت ۲۸۶)

ترجمہ: اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی۔

فائدہ

آیاتِ مبارکہ کو سمجھنے کے لئے تفاسیر کا مطالعہ ضروری ہے۔ فقیر نفس مسئلہ کی حقیقت آئندہ اوراق میں عرض

کریگا۔ (انشاء اللہ)

احادیث مبارکہ

ارشاداتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے عقیدہ تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے۔

(۱) عن عبد اللہ قال حدثنا رسول اللہ ﷺ وهو الصادق المصدوق ان احداکم یجمہ خلقہ فی بطن

امۃ اربعین یوما ثم یكون فی ذلك علقۃ مثل ذلك ثم یكون فی ذلك مضغۃ مثل ذلك ثم یرسل

الملك فینفخ فیہ الروح ویؤمر بہ ربع کلمات بکتب رزقہ واجلہ وعملہ وشقی اوسعید فوالذی لا

الہ غیرہ ان احداکم لیعمل بعمل اهل الجنة حتی ما یكون بینہ و بینہا الا ذراع فیسبق علیہ الكتاب

فیعمل بعمل اهل النار فیدخلہا وان احداکم لیعمل بعمل اهل النار حتی ما یكون بینہ و بینہا

الا ذراع فیسبق علیہ الكتاب فیعمل بعمل اهل الجنة فیدخلہا۔ (رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صادق اور مصدوق اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص

اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفے کی صورت میں رہتا ہے پھر چالیس دن کے بعد جمے ہوئے خون کی صورت میں

رہتا ہے پھر اتنے ہی گوشت کے لٹھڑے کی صورت میں رہتا ہے پھر فرشتے کو بھیجا جاتا ہے وہ اس میں روح پھونک دیتا ہے پھر اس کا چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس کا رزق، اس کی مدتِ حیات، اس کا عمل اور اس کا شقی یا سعید ہونا لکھ دیا جاتا ہے پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تم میں سے ایک شخص جنتیوں کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے پھر وہ جہنمیوں کے عمل کرتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے ایک شخص جہنمیوں کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس شخص اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے وہ جنتیوں کا سا عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

حکایت

حدیث مذکورہ کے مطابق ایک حکایت مشہور ہے۔ سابق دور میں دو بھائی تھے ایک نیک متقی تھا اس نے تمام زندگی پہاڑ کی چوٹی پر عبادت میں گزار دی۔ ایک دن شیطانی وسوسہ کا شکار ہوا خیال کیا کہ زندگی بھر عبادت سے کیا فائدہ ہوا چھوڑ عبادت کو اور پہاڑ سے اتر کر عیش و عشرت سے زندگی گزار۔ اس طرح کے کئی غلط تصورات کر کے پہاڑ سے اتر رہا تھا کہ پیامِ اجل پہنچا مرتے ہی جہنم رسید ہوا۔ دوسرا زندگی بھر گناہوں میں مبتلا رہا موت سے پہلے سوچا زندگی ضائع گئی توبہ کر کے عبادت میں مصروف ہوا تو موت آگئی اسی حالت میں جنت میں جا پہنچا۔

شرح الحدیث

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے فرمایا کہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ شاذ و نادر ایسا ہی ہوتا ہے مگر اس کے غلبہ لطف و رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بندوں کو بری تبدیلی سے بچاتا ہے اور زیادہ شر کے بجائے خیر و بھلائی کی جانب ہی پھیرتا ہے اس کے برعکس بہت کم اور شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

فائدہ

اس حدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اعتبار خاتمہ کا ہے۔

(۲) ان عامر بن وائلہ حدثہ انه سمع عبد اللہ بن مسعود يقول الشقی من شقی فی بطن امہ و السعید من وعظ بغیرہ فاتى رجلا من اصحاب رسول اللہ ﷺ یقال له حذیفہ بن اسید الغفاری فحدثہ بذلك من قول ابن مسعود فقال و کیف یسقی رجل بغیر عمل فقال له الرجل اتعجب من ذلك

فانی سمعت رسول اللہ ﷺ يقول اذا مر بالنطفة ثنتان واربعون ليلة بعث الله اليها ملكا فصورها وخلق سمعها وبصرها وجلدها ولحمها وعظامها ثم قال يارب اذكر ام انثى فيقضى ربك ما شاء ويكتب الملك ثم يقول يارب اجله فيقول ربك ويكتب الملك ثم يقول يارب رزقه فيقضى ربك ما شاء ويكتب الملك ثم يخرج الملك بالصحيفة في يده فلا يزيد على ما امر ولا ينقص۔

(رواه مسلم)

عامر بن واثلہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ شقی وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں شقی ہو اور سعید وہ ہے جو دوسرے کو دیکھ کر نصیحت قبول کرے۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص آئے جن کا نام حذیقہ بن اسید غفاری تھا عامر بن واثلہ نے ان کو حضرت ابن مسعود کا یہ قول سنایا انہوں نے کہا وہ شخص کوئی عمل کئے بغیر شقی کیسے ہو جاتا ہے؟ ایک شخص نے کہا کیا آپ اس پر تعجب کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ جب نطفہ پر چالیس راتیں گزر جاتیں ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے وہ اس کی صورت بناتا ہے، اس کے کان، آنکھیں، کھال، گوشت اور ہڈیاں بناتا ہے پھر کہتا ہے اے رب! یہ مذکر یا مؤنث؟ پھر تمہارا رب جو چاہتا ہے وہ حکم دیتا ہے اور فرشتہ لکھ دیتا ہے۔ پھر فرشتہ کتاب اپنے ہاتھ میں لے کر نکل جاتا ہے اس میں اللہ کے حکم پر کوئی زیادتی ہوتی ہے نہ کمی۔

فائدہ

عقیدہ تقدیر کے متعلق تو آئندہ اوراق میں وضاحت ہوگی لیکن حدیث شریف میں یہ ثابت ہوا کہ انسان کی سوانح عمری لکھنے والے فرشتے کے متعلق عقیدہ رکھنا ہوگا کہ وہ انسان کی پیدائش سے پہلے اس کے حالات سے آگاہ ہے لیکن افسوس ہے اس برادری پر جو اپنے نبی ﷺ کو امتی کے حالات سے بے خبر بتاتے ہیں اسے کیا کہئے خود سوچئے۔

(۳) عن علی قال کنا فی جنازة فی بقیع الغرقد فاتانا رسول اللہ ﷺ فقعد وقعدنا حوله ومعه

محصرة فنکس فجعل ینکث بمحصرة ثم قال ما منکم من اجد مامن نفس منقوسة الا وقد کتب الله مکانها من الجنة والنار والا قد کتبفقية او سعيدة قال فقال رجل یا رسول الله افلا نمکث علی کابنا وندع العمل فقال من کان من اهل السعادة فسیصیر الی عمل اهل السعادة ومن کان من اهل الشقاوة فسیصیر الی عمل اهل الشقاوة فقال اعملوا فکل ميسر اما اهل السعادة فیسرون

لعمل اهل السعادة واما اهل الشقاۃ فييسرون لعمل اهل الشقاۃ ثم قرافا ما من اعطى واتقى
وصدق بالحسنی فسيسره لليسرى واما من بخل واستغنى وكذب بالحسنی فسيسره
للعسرى۔ (رواہ مسلم)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بقیع غرقہ میں ایک جنازے کے ساتھ تھے ہمارے پاس رسول
اللہ ﷺ تشریف لا کر بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس ایک چھڑی تھی آپ نے سر جھکایا اور اپنی چھڑی سے زمین کریدنے لگے
پھر فرمایا تم میں سے ہر جائیداد شخص کا ٹھکانا جنت یا جہنم اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اس کا سعید ہونا یا شقی ہونا بھی اللہ تعالیٰ
نے لکھ دیا ہے۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم اپنے متعلق لکھے ہوئے اعتماد کیوں نہ کر لیں اور عمل کو ترک کیوں نہ
کرویں؟ آپ نے فرمایا جو شخص اہل سعادت میں سے ہوگا وہ عنقریب اہل سعادت کے عمل کی طرف راجع ہوگا اور جو
شخص اہل شقاوت میں سے ہوگا وہ عنقریب اہل شقاوت کے عمل کی طرح راجع ہوگا پھر آپ نے فرمایا عمل کرو اہل
سعادت کے لئے نیک اعمال آسان کر دیئے جائیں گے اور اہل شقاوت کے لئے برے اعمال آسان کر دیئے جائیں
گے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی

جس نے صدقہ کیا اور اللہ سے ڈرا اور نیکی کی تصدیق کی ہم اس کے لئے نیکیوں کو آسان کر دیں گے اور جس نے بخل کیا
اور لا پرواہی کی اور نیکی کی تکذیب کی ہم اس کے لئے برائیوں کو آسان کر دیں گے۔

(۳) عن جابر قال جاء سراقہ بن مالک بن جعشم قال یا رسول اللہ بین لنا دیننا کانا خلقنا الا ن فیما
العمل الیوم فیما جفت بہ الاقلام وجرت بہ المقادیر ام فیما نستقبل قال لا بل فیما جفت بہ
الاقلام وجرت بہ المقادیر قال فقیم العمل قال زہیر ثم تکلم ابو الزبیر بشئی لم افہمہ فسالت ما
قال فقال اعملوا فکل ميسر۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے
لئے دین کو بیان کیجئے گویا کہ ہم ابھی پیدا کئے گئے ہیں ہم آج جو عمل کر رہے ہیں کیا یہ ان چیزوں کے متعلق ہے
جن کو لکھ کر قلم خشک ہو چکے ہیں یا ہم نیا عمل کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں تمہارا عمل اس کے مطابق ہے جس کو لکھ کر قلم
خشک ہو چکے ہیں اور جو تقدیر الہی میں مقرر ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا پھر ہم کس لئے عمل کریں؟ زبیر کہتے ہیں پھر
ابو الزبیر نے کوئی کلمہ کہا جس کو میں سمجھ نہیں سکا میں نے پوچھا آپ نے کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا آپ نے فرمایا تھا عمل

کرو ہر ایک کے لئے اس کا عمل آسان کر دیا جاتا ہے۔

(۵) عن ابی ود الدیلی قال قال لی عمران بن الحصین بت ما یعمل الناس الیوم ویکدحون فیہ عمل قضی علیہم ومضی علیہم من قدر سبق او فیما یتقبلون بہ مما اتاہم بہ ربہم وثبتت الحجة علیہم فقلت بل شئ علیہم ومضی علیہم قال فقال افلا ظلما قال ففرغت من ذلك فزعا شديدا وقلت كل شئ خلق الله وملك يده فلا يسال عما يفعل وهم يسالون فقال لی یرحمک اللہ انی لم اردہما سالتک الا لاحزور عقلک ان رجلین من مزینة اتیا رسول اللہ ﷺ فقالا یرسول اللہ ارایت ما یعمل الناس الیوم ویکدحون فیہ اشئ قضی علیہم ومضی فیہم من قدر قد سبق او فیما یتقبلون بہ مما اتاہم بہ نبیہم وثبتت الحجة علیہم فقال لابل شئ قضی علیہم ومضی فیہم وتصدیق ذلك فی کتاب اللہ عز وجل ونفس وما سواها فالہمها فجورها وتقواها۔ (رواہ مسلم)

ابو الاسود دلی بیان کرتے ہیں مجھ سے عمران بن حصین نے کہا مجھے یہ بتاؤ کہ آج لوگ کس لئے عمل کر رہے ہیں؟ اور مشقت برداشت کر رہے ہیں کیا یہ کوئی ایسی چیز ہے جس کے متعلق حکم ہو چکا ہے اور تقدیر الہی مقرر ہو چکی ہے؟ یا نبی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت اور دلائل ثابتہ کے مطابق از سر نو عمل کر رہے ہیں؟ میں نے کہا نہیں ان کا عمل ان چیزوں کے متعلق ہے جن کا حکم ہو چکا ہے اور تقدیر ثابت ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ وہ کہتے ہیں میں اس بات سے بہت زیادہ خوف زدہ ہوں۔ میں نے کہا ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اس کی ملکیت اور اس کے قبضہ میں ہے وہ اپنے کسی فعل پر جواب دہ نہیں ہے اور مخلوق سے ہر چیز کے متعلق سوال ہوگا۔ انہوں نے مجھ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے! میں اپنے اس سوال سے صرف آپ کی عقل کا امتحان لینا چاہتا تھا۔ مزینہ کے دو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے یرسول اللہ ﷺ! آج لوگ کس لئے عمل کر رہے ہیں اور عمل کی مشقت اٹھا رہے ہیں؟ کیا یہ کوئی ایسی چیز ہے جس کے متعلق حکم ہو چکا ہے اور تقدیر الہی ثابت ہو چکی ہے؟ یا نبی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت اور دلائل ثابتہ کے مطابق وہ از سر نو عمل کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ (ان کا عمل) اس کے مطابق ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اس کی تقدیر ثابت ہو چکی ہے اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے۔

قسم ہے انسان کی اور جس نے اس کو بنایا اور اس کو نیکی اور بدی کا الہام فرمایا۔

(۶) عن ابن الدیلمی قال اتیت ابی بن کعب قلت له وقع فی نفسی شئ من القدر فحدثنی لعل اللہ

تعالیٰ ان یدھبه من قلبی فقال لو ان الله تعالیٰ عذب اهل سموته واهل ارضه عذبهم وهو غیر ظالم لهم ولو رحمهم كانت رحمة خیر الهم من اعمالهم من اعمالهم ولو انفق مثل احد ذهابا فی سبیل الله تعالیٰ ما قبله الله تعالیٰ منك حتی تؤمن بالقدر وتعلم ان ما اصابك لم یكن لیخطئك وان ما اخطاك لم یكن لیصیبك ولو مت على غیر هذا لدخلت النار..... قال ثم اتیت عبد الله بن مسعود فقال مثل ذلك ثم اتیت حذیفه بن یمان فقال مثل ذلك ثم اتیت زید بن ثابت فحدثنی عن النبی ﷺ مثل ذلك۔ (رواه ابوداؤد)

ابن ولیمی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر کہا کہ میرے دل میں تقدیر کے متعلق ایک شبہ پیدا ہوا ہے آپ مجھے کوئی حدیث بیان کیجئے شاید اللہ تعالیٰ میرے دل سے اس شبہ کو زائد کر دے۔ حضرت ابی بن کعب نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان اور زمین والوں کو عذاب دے تو وہ عذاب دے گا اور یہ اس کا ظلم نہیں ہوگا (کیونکہ اللہ تعالیٰ مالک ہے اور مالک اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ اس کا ظلم نہیں ہے) اور اگر اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے اور اگر تم اللہ کے راستے میں اُحد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرو تو اس کو اللہ تعالیٰ اُس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لے آؤ اور جب تک تم کو یہ یقین نہ ہو کہ جو مصیبت تم پر آئی ہے وہ تم پر نہیں آ سکتی تھی اور جو چیز تم سے مل گئی ہے وہ تم پر نہیں آ سکتی تھی۔ اگر تم اس کے علاوہ کسی اور عقیدہ پر مر گئے تو جہنم میں جاؤ گے۔ پھر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا پھر میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اس حدیث کو روایت کیا۔

(۷) عن طاؤس قال سمعت ابا هريرة يقول قال رسول الله ﷺ احتج آدم و موسى فقال موسى يا آدم انت ابونا خيبتنا واخرجتنا من الجنة فقال له آدم انت موسى اصطفاك الله بكلامه وخط لك بيده اتلومني على امر قدره الله على قبل ان يخلقني باربعين سنة فقال النبي ﷺ فحج آدم موسى فحج آدم موسى وفي حديث ابن ابي عمر وابن عبدة قال احدهما خط وقال الاخر كتب لك التوراة بيده۔ (اشعۃ المعاني)

طاؤس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدم اور حضرت موسیٰ علیہم

السلام کا مباحثہ ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے آدم! آپ ہمارے باپ ہیں اور آپ نے ہمیں نامراد کیا اور جنت سے نکال دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا تم موسیٰ ہو تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ہم کلامی کے لئے منتخب فرمایا اور اپنے دست قدرت سے تمہارے لئے تورات لکھی کیا تم مجھے اس چیز پر ملامت کر رہے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے مقدر کر دیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب آ گئے۔ ایک روایت میں حضرت آدم علیہ السلام کے کلام میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے تمہارے لئے تورات لکھی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

فائدہ

آدم و موسیٰ علیٰ نبینا و علیہما السلام کی گفتگو اس عالم دنیا کے سوا دوسرے عالم میں جو عالم علوی و روحانی اور عالم حقیقت ہے۔ آسمان میں ارواح کی ملاقات کی صورت میں یا دونوں کو عالم برزخ میں زندہ کرنے کی شکل میں یا حضرت آدم کو حضرت موسیٰ کے زمانہ میں زندہ کر کے۔

شرح الحدیث

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اسباب کا وجود امر ونہی، مدح و ذم اور عتاب و عقاب و ملامت وغیرہ تقدیر کے تحت ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بتقاضائے ظاہر اور عالم اسباب اور امر ونہی کے مطابق گفتگو فرمائی اور آدم علیہ السلام نے حقیقت و تقدیر کو سامنے رکھ کر جواب دیا۔ لہذا دونوں حضرات کی گفتگو اور سوال و جواب اپنی جگہ درست اور حق ہے ان کی یہ گفتگو کسب و عمل کے تقاضوں اور ان کے مکلف ہونے کی حیثیت سے ختم ہو جانے کے بعد تھا عالم اسباب سے نہ تھا کہ عالم اسباب میں وسائط و اسباب کا قطع نظر کرنا درست اور جائز نہیں اسی لئے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی زندگی میں معذرت کر لی۔

فائدہ

اس سے ثابت ہوا کہ گفتگو کے وقت موسیٰ علیہ السلام کی ظاہری زندگی میں اللہ تعالیٰ کا آدم علیہ السلام کو زندہ کرنے کا احتمال زیادہ مناسب ہے تاکہ موسیٰ علیہ السلام تو عالم دنیا میں ہوں اور آدم علیہ السلام عالم حقیقت میں۔

واللہ تعالیٰ اعلم (امعہ للمعات)

چونکہ یہ مسئلہ عصمت انبیاء علیہم السلام سے متعلق ہے اسی لئے ایسی تصانیف کا مطالعہ ضروری ہے۔

(۸) امام بخاری روایت کرتے ہیں

قال ابو هريرة قال لى النبى ﷺ جف القلم بما انت لاق-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہارے ساتھ جو کچھ ہونے والا ہے اس کے متعلق قلم خشک ہو چکا ہے۔

فائدہ

ان تمام احادیث میں اہل سنت و جماعت کی تائید ہے جو تقدیر کے قائل ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ تمام واقعات خواہ خیر ہوں یا شر، مفید ہوں یا مضر اللہ تعالیٰ کی قضاء سے وابستہ ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ تقدیر پر تکیہ کر کے عمل ترک کرنا ممنوع ہے بلکہ احکام شرعیہ کے مطابق عمل کرنا واجب ہے جس شخص کو جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کے لئے آسان ہو جائے گا نیکو کاروں کے لئے نیکی اور بدکاروں کے لئے ہدی۔

منکرین تقدیر کی وعیدیں

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تقدیر یہ وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ خیر اور شر ہمارے قبضہ میں ہے۔ میری شفاعت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے میں ان سے ہوں نہ یہ مجھ سے ہیں۔

(تفسیر قرطبی جلد ۱، صفحہ ۱۳۸)

(۲) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قسم کھا کر فرماتے تھے کہ ان میں سے کوئی شخص پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کر دے تو وہ تقدیر پر ایمان لائے بغیر قبول نہیں ہوگا۔ (تفسیر قرطبی جلد ۱، صفحہ ۱۳۸)

(۳) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ صنفان من امتی لیس لہما فی الا سلام نصیب المرچة والقدریة۔ (رواہ الترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے دو گروہ ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ایک مرچہ دوسرے قدریہ۔

فائدہ

قدریہ کا تعارف ہو چکا ہے۔ المرچہ ہمزہ کے ساتھ ارجاء سے ہے یہ وہ گروہ ہے جو عمل کو ضروری نہیں سمجھتا۔

انتباہ

ہمارے دور میں فرقہ مرچہ ناپید ہے لیکن بعض جاہل پیر اپنے مریدین کو کچھ اس طرح کی پٹی پڑھاتے ہیں کہ

اعمال کی ضرورت نہیں ہم بخشے بخشائے ہیں بلکہ بعض بد بخت تو ایسے بھی ہیں کہ وہ الٹا شریعت کے احکام کی دھجیاں اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے جاہل پیروں سے مسلمانوں کو بچائے اور ایسے بزرگوں کا دامن نصیب فرمائے جو شریعت پاک کے نہ صرف عامل بلکہ اس پر جان نچھا اور کریں۔ (آمین)

(۴) عن ابی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ینکون فی امتی خسف و مسح و ذلك فی المکذبین بالقدر۔ (ترمذی و ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میری امت میں زمین دھنسا اور شکلوں کا بگڑنا ہوگا اور یہ تقدیر کو جھٹلاتے والوں میں ہوگا۔

فائدہ

یہ خسف و مسح قیامت میں ہوگا (اشعۃ للمعات) اور اس کی تائید دورِ حاضرہ کی جہالت اور انگریزی تعلیم اور کالجوں، یونیورسٹیوں کے ماحول میں پلنے والوں کے خیالات سے بھی ہوتی ہے کہ ان کے بعض دریدہ دہنی سے تقدیر کے بارے میں کچھ کچھ کہہ دیتے ہیں ان کے غلط عقائد کے رد کے بیانات آئندہ اوراق میں ملاحظہ ہوں۔

(۵) عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یجد العبد حلوة الا یمن حتی یومن بالقدر خیرہ و شرہ حلوة و مرہ الخ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اُس وقت تک بندہ ایمان کی مٹھاس نہ پائے گا جب تک اچھی بری مٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان نہ لائے۔

(۶) عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من تکلم فی شئی من القدر سئل عنہ یوم القیمة ومن لم یتکلم فیہ لم یسئل عنہ۔ (ابن)

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص تقدیر کے بارے میں معمولی گفتگو کرے گا تو قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی اور جس نے اس کے متعلق کوئی بات نہ کی اس سے سوال نہ ہوگا۔

فائدہ

ویسے تو قیامت میں ہر بات کا حساب ہوگا لیکن تقدیر کے بارے میں سخت باز پرس ہوگی۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے اس کلام مبارک سے مقصد مسئلہ تقدیر سے غور و خوص کرنے اور

اس میں بحث و تحقیق سے منع کرنا بلکہ زجر و توبخ ہے یعنی اس مسئلہ میں گفتگو کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ سراسر نقصان ہے کہ قیامت کے دن باز پرس ہوگی اور سخت عتاب ہوگا لہذا بہتر ہے کہ اس پر بلا چون و چرا مان لیا جائے اور اس کی بحث سے جتنا ہو سکے خاموشی اختیار کریں۔ (اشعۃ للمعات)

(۷) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ القدریہ مجوس ہذہ الامۃ ان مرضوا فلا تعود وہم وان ماتوا فلا تشهد وہم۔ (احمد و ابوداؤد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قدریہ (فرقہ) اس امت کے مجوس ہیں جب بیمار پڑ جائیں تو ان کی بیمار پرستی نہ کرو اور جب مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شرکت نہ کرو۔

فائدہ

ابن ماجہ کے الفاظ ہیں کہ اور اگر ان سے ملاقات ہو تو ان کو سلام نہ کرو۔

عمل صحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام علیہم الرضوان بالخصوص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اس حکم پر سختی سے عمل تھا چنانچہ حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب تم ان لوگوں (مکبرین تقدیر) سے ملو تو ان سے کہنا کہ میں ان سے لا تعلق ہوں اور وہ مجھ سے اور عبداللہ بن عمر خلیفہ کہتا ہے کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کو اُس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے۔

انتباہ

دورِ حاضرہ میں صلح کلیت کا دور دورہ ہے اہل اسلام اپنے اکابر اور اسلاف کا دامن مضبوط پکڑیں جتنا بد مذہب سے دور ہوگی اتنا اس میں بھلائی ہوگی ورنہ تباہی ہلاکت ہے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف ”بد مذہب سے نفرت“

(۸) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ ستہ لعنتم وولعنہم اللہ وکل نبی مستجاب المکذب بقدر اللہ۔ (رواہ البیہقی)

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ چھ ایسے ہیں جن پر میری لعنت اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اور ہر نبی کی دعا مستجاب ہے ان میں سے ایک وہ ہے جو تقدیر کو جھٹلاتا ہے۔

شفاعت سے محروم

(۹) امام اتحاس نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ قدریہ کہتے ہیں کہ خیر اور شر ہمارے قبضہ میں ہے ان کے لئے میری

شفاعت سے کوئی حصہ نہیں ہے میں ان سے ہوں نہ وہ مجھ سے ہیں۔

(۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تقدیر پر ایمان لانا فکر اور غم کو دور کر دیتا ہے۔

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قسم کھا کر فرمایا اگر کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خدا کی راہ میں خیرات کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اُس وقت تک قبول نہیں فرمائے گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے۔

(۱۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا منکرین تقدیر سے کہہ دو کہ میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

منکرین شفاعت

منکرین تقدیر کو خدا کرے تقدیر کی تحقیق دل پر بیٹھ جائے ورنہ جہنم ٹھکانہ اور منکرین تقدیر کو معلوم ہو کہ قیامت میں شفاعت رسول ﷺ کے بغیر کام نہ بنے گا۔ قیامت میں قیامت کی گرمی اور سوزش کا حال کسی سے مخفی نہیں لیکن یہ بھی یقین ہو کہ سوائے حضور ﷺ کی شفاعت کے کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔

☆ فرماتے ہیں (ﷺ)

مامن امة الا بعضها في الجنة وبعضها في النار الامتي فانها كلها في الجنة

یعنی تمام اُم کے بعض لوگ دوزخ میں ہوں گے اور بعض جنت میں مگر میری تمام اُمت جنت میں ہوگی۔

☆ دوسری حدیث شریف میں فرماتے ہیں (ﷺ)

ان مفتاح الجنة بیدی وانا خازنها

یعنی بے شک جنت کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہیں اور میں اس کا خازن اور مالک ہوں تو پھر جس کو چاہیں جنت میں داخل فرمائیں مالک و مختار ہیں۔ (ﷺ)

☆ پھر حضور ﷺ فرماتے ہیں

استاذن علی ربی فیؤذن لی ویلہمتی محامداً احمدہ بہا لا تحضر فی الان فاحمدہ بتلك الحامد

واخولہ ساجداً فیقال یا محمد ارفع رأسک وقل تسمع وعل تعط واشفع تشفع فاقول یا رب امتی

امتی فیقال انطلق فاخرج من کان فی قلبہ مثقال شعيرة من ایمان۔ (الحديث متفق عليه)

میں اپنے پروردگار سے اجازت مانگوں گا پس مجھے اجازت دی جائے گی اور مجھے اللہ تعالیٰ کے محامد (یعنی تحریثیں) ایسے الہام

ہوں گے جو آج تک مجھے متحضر نہیں تو ان محامد سے اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور میں سجدہ میں کروں گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اور مانگو جو مانگو گے دیا جائے گا اور سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی تو میں کہوں گا یا اللہ میری اُمت میری اُمت۔ حکم ہو گا جاؤ جس کے دل میں برابر جو کے بھی ایمان ہے اُسے نکال لو۔

فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے روز سب لوگ رسول کریم ﷺ کی شفاعت کے خواہاں ہوں گے اور حضور ﷺ کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے۔ مزید شفاعت کی تفصیل و تحقیق فقیر کی تصنیف ”شفاعت کا منظر“ میں پڑھئے۔

باب نمبر ۲

عقلی دلائل

چونکہ منکرین تقدیر یا ان سے متاثرین اکثر طور پر عقلی گھوڑے دوڑاتے ہیں اسی لئے نقلی دلائل سے پہلے عقلی دلائل عرض کرتا ہوں۔ چند قواعد ملاحظہ ہوں

☆ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اس کے اعضاء ظاہرہ اور خواص باطنہ عطا فرمائے اور ان ہر ایک کے کام ذمہ لگایا وہ بھی اپنے الہام سے مثلاً کان کے ذمہ سننا، ہاتھ کے ذمہ شے کو پکڑنا، آنکھ کے ذمہ دیکھنا، پاؤں کے ذمہ چلنا اور زبان کے ذمہ بولنا وغیرہ وغیرہ۔

☆ یونہی انسان میں ایک اس کا ارادہ پیدا فرما دیا تاکہ یہ اعضاء وغیرہ اس کے تابع ہو کر کام سرانجام دیں اور اس کے فرمان پر منافع حاصل کریں اور ضرر رساں چیزوں سے بچیں۔

☆ جملہ حیوانات سے انسان کو اشرف و اعلیٰ اور برگزیدہ بنایا کہ اس میں اعلیٰ درجہ کا جوہر یعنی عقل سے نوازا۔ اس کے ذمہ اشیاء کا ادراک ہے یہ ایسی خصوصی طاقت ہے جس سے صرف اور صرف انسان کو نوازا گیا جس کی وجہ سے جملہ حیوانات سے انسان ممتاز اور اشرف ہوا۔

فائدہ

جو امور جن کے ذمہ لگائے گئے وہ اس کے برعکس ہرگز نہ کر سکیں گے مثلاً آنکھ سے دیکھنے کے برعکس سننے کا کام نہیں ہو سکے گا یونہی ناک سے دیکھنے کا کام نہ ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

☆ عقل سے ہزاروں بلکہ بے شمار غلطیوں کا صدور نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہوتا ہے اور یہ ایسا مسلمہ قاعدہ ہے جس کا اعتراف منکرین تقدیر کو بھی ہے کیونکہ نہ ہو جب کہ دنیا میں انسانوں کے دنیوی اور مذہبی اختلافات میں یہی عقل کا فرما ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے انبیاء و رسل علیٰ نبینا وعلیہم السلام مع کتب و صحف مبعوث فرمائے پھر ان کے نائین اولیاء و صلحاء و علماء مقرر فرمائے انہوں نے ہر امر کے ذرہ ذرہ کے حسن و قبح کو خوب واضح روشن از آفتاب کو بتایا بھی انسان کو اپنی نعمت عظمیٰ سے نوازا تا کہ پھر انسان کو عذر کی گنجائش نہ ہو۔

فائدہ

قواعد مذکورہ سے ایک اور قاعدہ واضح ہوا کہ ہر کام کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور اپنے ارادہ پر کام کرنا انسان کا کام ہے کام خیر ہو یا شر۔

وضاحت از امام احمد رضا محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یا ایں ہمہ کسی کا خالق ہونا یعنی ذات ہو یا صفت، فعل ہو یا حالت، کسی معدوم چیز کو عدم سے نکال کر لباس وجود پہنا دیا یہ اُسی کا کام ہے یہ نہ اس نے کسی کے اختیار میں دیا نہ کوئی اس کا اختیار پاسکتا تھا کہ تمام مخلوقات خود اپنی حد ذات میں نیست ہیں۔ ایک نیست دوسرے نیست کو کیا ہست بنا سکے ہست بنانا اُسی کی شان ہے جو آپ اپنی ذات سے ہست حقیقی و ہست مطلق ہے۔ ہاں یہ اُس نے اپنی رحمت اور اپنی غنائے مطلق سے عادت اجراء فرمائے کہ بندہ جس امر کی طرف قصد کرے اپنے جوارح اُدھر پھیرے مولیٰ تعالیٰ اپنے ارادہ سے اُسے پیدا فرما دیتا ہے مثلاً اُس نے ہاتھ دیئے ان میں پھیلنے، سمٹنے، اٹھنے، جھکنے کی قوت رکھی، تلوار بنائی بتائی، اُس میں دھارا اور دھار میں کاٹ کی قوت رکھی اس کا اٹھانا، لگانا اور کرنا بتایا۔ دوست دشمن کی پہچان کو عقل بخشی، اسے نیک و بد میں طاقت عطا کی۔ شریعت بھیج کر قتل حق و ناحق کی بھلائی، برائی صاف جتادی۔ زید نے وہی خدا کی بتائی ہوئی تلوار، خدا کے بنائے ہوئے ہاتھ، خدا کی دی ہوئی قوت سے اٹھانے کا قصد کیا، وہ خدا کے حکم سے اٹھ گئی اور جھکا کر ولید کے جسم پر ضرب پہونچانے کا ارادہ کیا وہ خدا کے حکم سے جھکی اور ولید کے جسم پر لگی تو یہ ضرب جن اُمور پر موقوف تھی سب عطائے حق تھے اور خود جو ضرب واقع ہوئی با ارادۂ خدا واقع ہوئی اور اب جو اس ضرب سے ولید کی گردن کٹ جانا پیدا ہوگا یہ بھی اللہ کے پیدا کرنے سے ہوگا۔ وہ نہ چاہتا تو ایک زید کیا تمام انس و جن و ملک جمع ہو کر تلوار پر زور کرتے تو اٹھنا درکنار ہر گز جنبش نہ کرتی اور اس کے حکم سے اٹھنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا تو زمین، آسمان، پہاڑ سب ایک لنگر بنا کر تلوار کی

نوک پر ڈال دیئے جاتے۔ نام کو بال برابر نہ جھکتی اور اس کے حکم سے جھکنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا گردن کٹتا تو بڑی چیز ہے ممکن نہ تھا کہ خط بھی آتا، لڑائیوں میں ہزاروں بار تجربہ ہو چکا کہ تلواریں پڑیں اور خراش تک نہ آئی، گولیاں لگیں اور جسم تک آتے آتے ٹھنڈی ہو گئیں، شام کو معرکہ سے پلٹنے کے بعد سپاہیوں کے سر کے بالوں میں سے گولیاں نکلی ہیں تو زید سے جو کچھ واقع ہوا سب خلق خدا و با ارادہ خدا تھا۔ زید کا بیچ میں صرف اتنا کام رہا کہ اُس نے قتل و لید کا ارادہ کیا اور اس طرف اپنے جوارح آلات کو پھیرا۔ اب اگر ولید شرعاً مستحق قتل ہے تو زید پر کچھ الزام نہیں رہا بلکہ بارہا ثواب عظیم کا مستحق ہوگا کہ اُس نے اُس چیز کا قصد کیا اور اس طرف جوارح کو پھیرا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے اپنی مرضی اپنا پسندیدہ کام ارشاد فرمایا تھا اور اگر قتل ناحق ہے تو یقیناً زید پر الزام ہے اور عذاب الیم کا مستحق ہوگا کہ بخالفت حکم شرع اُس شے کا عزم کیا اور اُس طرف جوارح کو متوجہ کیا جسے مولیٰ تعالیٰ نے اپنی کتابوں کے واسطے سے اپنے غضب اپنی ناراضی کا حکم بتایا تھا۔

غرض فعل انسان کے ارادہ سے نہیں ہو سکتا بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ کے ارادہ سے ہوتا ہے۔ یہ نیکی کا ارادہ کرے اور اپنے جوارح کو پھیرے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نیکی پیدا کر دے گا اور یہ برے کام کا ارادہ کرے اور جوارح کو اس طرف پھیرے اللہ تعالیٰ اپنی بے نیازی سے بدی کو موجود فرما دیگا۔ مثال دو پیالوں میں شہد اور ترہیں اور دونوں خود بھی خدا کے بنائے ہوئے ہیں۔ شہد میں شفاء اور ترہیں ہلاک کرنے کا اثر بھی اُسی نے رکھا ہے۔ روشن دماغ حکیموں کو بھیج کر بتا بھی دیا کہ دیکھو یہ شہد ہے اس کے یہ منافع ہیں اور خبردار یہ ترہیں اس کے پینے سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ ان ناصح اور خیر خواہ حکمائے کرام کی یہ مبارک آوازیں تمام جہان میں گونجیں اور ایک ایک شخص کے کان میں پہنچیں اس پر کچھ نے شہد کی پیالی اٹھا کر پی اور کچھ نے ترہ کی۔ ان اٹھانے والوں کے ہاتھ بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے تھے اور ان میں پیالی اٹھانے، منہ تک لے جانے کی قوت بھی اسی کی رکھی ہوئی تھی، منہ اور حلق میں کسی چیز کو جذب کر کے اندر لینے کی طاقت اور خود منہ اور حلق اور معدہ وغیرہ سب اس کے مخلوق تھے۔ اب شہد پینے والوں کے خوف میں شہد پہنچا کیا وہ آپ اس کا نفع پیدا کر لیں گے؟ یا شہد بذاتِ خود خالق نفع ہو جائے گا؟ حاشا! ہرگز نہیں بلکہ اس کا اثر پیدا ہوتا یہ بھی اسی کے دست قدرت میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ وہ نہ چاہے تو منوں شہد پی جائے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا بلکہ وہ چاہے تو شہد ترہ کا اثر دے یوں ہی ترہ والوں کے پیٹ میں ترہ جا کر کیا وہ آپ ضرر کی تخلیق کر لیں گے؟ یا ترہ خود بخود خالق ضرر ہو جائے گا؟ حاشا! ہرگز نہیں بلکہ یہ بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ وہ نہ

چاہے تو سیروں زہروں زہر کھا جائے اصلاً بال با نکانہ ہوگا بلکہ وہ چاہے تو زہر شہد ہو کر لگے جیسے سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہوا۔

کرامات سیدنا خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ جب مقام حیرہ میں پہنچے تو عرض کی گئی کہ آپ احتیاط رکھیں کہ آپ کو عجمی لوگ زہر دے دیں۔ آپ نے فرمایا زہر کیا شے ہے لاؤ زہر میں پی جاؤں۔ زہر لایا گیا آپ نے بسم اللہ پڑھ کر زہر پی لیا زہر نے کوئی نقصان نہ دیا۔ نیز بزمانہ خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہم سے تشریف لائے تو حیرہ والوں نے عبدالمسح کو زہر قاتل دیکر آپ کے پاس بھیجا۔ آپ نے اسے فرمایا تیز زہر لاؤ آپ نے زہر لے کر ہاتھ میں رکھا اور پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم اور زہر پی لیا۔ عبدالمسح نے واپس جا کر قوم کو کہا اے لوگوں حضرت خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وہ زہر کھا لیا اس سے انہیں کچھ نقصان نہ ہوا۔ بہتر ہے تم ان سے صلح کر لو ورنہ ان سے جنگ کرنے میں تمہارا نقصان ہوگا۔

اضافہ اویسی غفرلہ

یہ تو کرامت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ شہد پینے والے ضرور قابلِ تحسین و آفرین ہیں۔ ہر عاقل یہی کہے گا کہ انہوں نے اچھا کیا ایسا ہی کرنا چاہیے تھا اور زہر پینے والے ضرور لائقِ سزا و نفرین ہیں۔ ہر ذی ہوش یہی کہے گا کہ یہ بد بخت خودکشی کے مجرم ہیں۔ دیکھو اول سے آخر تک جو کچھ ہوا سب اللہ ہی کے ارادے سے ہوا اور جتنے آلات اس کام میں لئے گئے سب اللہ ہی کی مخلوق تھے اور اسی کے حکم سے انہوں نے کام دیئے جو تمام عقلا کے نزدیک ایک فریق کی تعریف ہے اور دوسرے کی مذمت۔ تمام کچھریاں جو عقل سے حصہ رکھتی ہوں ان زہر نوشوں کو مجرم بنائیں گی پھر کیوں بتاتی ہیں نہ زہر ان کا پیدا کیا ہوا نہ زہر میں قوت ہلاک ان کی رکھی ہوئی نہ ہاتھ ان کا پیدا کیا ہوا نہ اس کے بڑھائے اٹھانے کی قوت ان کی رکھی ہوئی نہ دہن حلق ان کے پیدا کئے ہوئے نہ ان میں جذب و کشش کی قوت ان کی رکھی ہوئی نہ حلق سے اتر جانا ان کے ارادے سے ممکن تھا۔ آدمی پانی پیتا ہے اور چاہتا ہے کہ حلق سے اترے مگر چھو ہو کر نکل جاتا ہے اس کا چاہا نہیں چلتا جب تک وہی نہ چاہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اب حلق سے اترنے کے بعد تو ظاہری نگاہوں میں بھی پینے والے کا اپنا کوئی کام نہیں۔ خون میں اس کا ملنا اور خون کا اسے لے کر دورہ کرنا اور دورہ میں قلب تک پہنچنا اور وہاں جا کر اسے فاسد کر دینا یہ کوئی فعل نہ اس کے ارادے سے ہے نہ اس کی

طاقت سے۔ بہتیرے زہر پی کر نامد ہوتے ہیں پھر ہزار کوششیں کرتے ہیں جو ہونی ہے ہو کر رہتی ہے اگر اس کے ارادے سے ضرر ہوتا تو اس ارادے سے باز آتے ہی زہر باطل ہو جانا لازم تھا مگر نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ اس کا ارادہ بے اثر ہے پھر اس سے کیوں باز پرس ہوتی ہے؟ ہاں! باز پرس کی وہ وجہ ہے کہ شہد اور زہر اسے بتا دیئے تھے عالی قدر حکمائے عظام کی معرفت سب نفع نقصان بتا دیئے تھے۔ دست و دہان و حلق اس کے قابو میں کر دیئے تھے دیکھنے کو آنکھ، سمجھنے کو عقل اُسے دے دی تھی۔ یہی ہاتھ جس سے اُس نے زہر کی پیالی اٹھا کر پی جام شہد کی طرف بڑھاتا اللہ تعالیٰ اُسی کا اٹھنا پیدا کر دیتا۔ یہاں تک کہ سب کام اول تا آخر اُسی کی خلق و مشیت سے واقع ہو کر اس کے نفع کے موجب ہوتے مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ کاسہ زہر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کے پینے کا عزم لایا۔ وہ غنی بے نیاز دونوں جہان سے بے پرواہ ہے وہاں تو عادت جاری ہو رہی ہے کہ یہ قصد کرے اور وہ خلق فرمادے۔ اُس نے اسی کاسہ کا اٹھنا اور حلق سے اُترنا، دل تک پہنچنا وغیرہ وغیرہ پیدا فرمادیا پھر یہ کیونکر بے جرم قرار پا سکتا ہے۔

انسان کا ارادہ و اختیار

چونکہ اعضائے محسوسہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ کے امور محسوس ہو رہے ہیں کہ واقعی یہ اللہ تعالیٰ کے تخلیق سے کام سرانجام دے رہے ہیں لیکن ان اعضاء کی طرح ارادہ اختیار انسان میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے متعلق منکرین کو پس و پیش ہے اس کا افکار دو ویر سابق میں فرقہ جبریہ کو تھا اب منکرین تقدیر انہیں کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ فقیر بقلم امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ اس کی وضاحت کرتا ہے۔ انسان میں یہ قصد و ارادہ و اختیار ہونا ایسا واضح و روشن و بدیہی امر ہے جس سے افکار نہیں کر سکتا مگر مجنون (پاکل) ہر شخص سمجھتا ہے کہ مجھ میں اور پتھر میں ضرور فرق ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کے چلنے پھرنے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے وغیرہ و غیرہ افعال کے حرکات ارادی ہیں۔ ہر شخص آگاہ ہے کہ انسان کا کام کرنے کے لئے ہاتھ کو حرکت دینا اور وہ جنبش جو ہاتھ کو ریشہ سے ہواں میں صریح فرق ہے۔ ہر شخص واقف ہے کہ جب وہ اوپر کی جانب جست کرتا ہے اور اُس کی طاقت ختم ہونے پر زمین پر گرتا ہے ان دونوں حرکتوں میں تفرقہ ہے۔ اوپر کودنا اپنے اختیار و ارادہ سے تھا اگر نہ چاہتا نہ کودتا اور یہ حرکت تمام ہو کر اب زمین پر آنا اپنے ارادہ و اختیار سے نہیں۔ لہذا اگر رکنا چاہے تو رک نہیں سکتا۔ بس یہی ارادہ یہی اختیار جو ہر شخص اپنے نفس میں دیکھ رہا ہے عقل کے ساتھ اس کا پایا جانا یہی مدار امر و نہی و جزا و سزا و ثواب و عقاب و پرسش و حساب ہے۔ اگرچہ بلاشبہ بلا ریب قطعاً یقیناً ارادہ و اختیار بھی اللہ تعالیٰ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے جیسے انسان خود بھی اسی کا بنایا ہوا ہے آدمی جس طرح نہ آپ سے آپ

بن سکتا تھا نہ اپنے لئے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ بنا سکتا تھا یونہی اپنے لئے طاقت قوت ارادہ اختیار بھی نہیں بنا سکتا سب کچھ اس نے دیا اور اسی نے بنایا مگر اس سے یہ سمجھ لینا کہ جب ہمارا ارادہ و اختیار بھی خدا ہی کا مخلوق ہے تو ہم پتھر ہو گئے قابل سزا و جزا و باز پرس نہ رہے۔ کیسی سخت جہالت ہے صاحبو تم میں خدا نے کیا پیدا کیا ارادہ و اختیار۔ اُس کے ہونے سے تم صاحب ارادہ صاحب اختیار ہوئے مجبور ناچار صاحبو تمہاری اور پتھر کی حرکت میں فرق کیا رہا یہ کہ وہ ارادہ و اختیار نہیں رکھتا اور ہم میں اللہ تعالیٰ نے یہ صفت پیدا کی عجب عجب کہ وہی صفت جس کے پیدا ہونے سے تمہاری حرکات کو پتھر کی حرکات سے ممتاز کر دیا اُسی کی پیدائش کو اپنے پتھر ہو جانے کا سبب سمجھو یہ کیسی اُلٹی مت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری آنکھیں پیدا کیں ان میں نور خلق کیا اس سے ہم آنکھیاں رہے ہوئے نہ کہ معاذ اللہ اندھے۔ یوں ہی اس نے ہم میں ارادہ و اختیار پیدا کیا اس سے ہم اس کی عطا کے لائق مختار ہوئے نہ کہ اُلٹے مجبور ہاں یہ ضرور ہے کہ جب وقتاً فوقتاً ہر فرد اختیار بھی اس کی خلق اسی کی عطا ہے ہماری اپنی ذات سے نہیں تو خود مختار ہو سکے نہ جزا و سزا کے لئے خود مختار ہونا ہی ضرور ایک نوع اختیار چاہیے کسی طرح ہو وہ بدایت حاصل ہے آدمی انصاف سے کام لے تو اسی قدر تقریر و مثال کافی ہے شہد کی پیالی اطاعت نبی ہے اور نہ ہر کا کا سہ اس کی نافرمانی اور وہ عالیشان حکماء انبیائے کرام علیہم السلام اور ہدایت اس شہد سے نفع پاتا ہے کہ اللہ ہی کے ارادہ سے ہوگا اور ضلالت اس زہر سے ضرور پہونچنا کہ یہ بھی اسی کے ارادے سے ہوگا مگر اطاعت تعریف کے مستحق اور فرعون و نمرود والے مذموم ہو کر سزا پائیں گے۔ (عج الصبر)

اللہ تعالیٰ قادر تھا اور ہے بغیر کسی نبی علیہ السلام اور کتاب کے تمام جہان کو ایک لمحہ میں تمام کو ہدایت

دے کما قال تعالیٰ

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَهَدَيْنَاكُمْ أَجْمَعِينَ (پارہ ۱۳، سورۃ النحل، آیت ۹)

ترجمہ: اور چاہتا تو تم سب کو راہ پر لاتا۔

اور فرمایا

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَى (پارہ ۷، سورۃ الانعام، آیت ۳۵)

ترجمہ: اور اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا۔

اس کریم نے دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے اور ہر نعمت میں اپنی حکمت بالغہ سے مختلف حصہ رکھا ہے وہ چاہتا تو انسان وغیرہ جانداروں کو بھوک پیاس نہ لگتی۔ یہ بھوکے ہوتے تو کسی کا صرف اللہ کے نام پاک لینے سے اور کسی کا ہوا سو گھٹنے سے

پیٹ بھر جاتے اور زمین جوتنے سے روٹی پکانے (جوخت مشقتیں پڑتی ہیں) کسی کو نہ ہوتیں۔ مگر اس نے یوں چاہا اور اس میں بے شمار اختلاف رکھا کسی کو اتنا دیا کہ لاکھوں پیٹ اس کے دروازے سے پلتے ہیں اور کسی پر اہل و عیال کے ساتھ تین دن تک قاتے گزرتے ہیں۔

أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

(پارہ ۲۵، سورۃ الزخرف، آیت ۳۲)

ترجمہ: کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں؟ ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔ احمق بد عقل یا احمق، اس کی شان تو ہے:

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ (پارہ ۲۵، سورۃ الانبیاء، آیت ۲۳)

ترجمہ: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے، اور ان سب سے سوال ہوگا۔

اس تقریر پر ایک عقلی دلیل حاضر ہے۔

عقلی دلیل

زید نے روپے کی ہزار اینٹیں خریدیں پانچ سو مسجد میں لگائیں پانچ سو پاخانہ کی زمین میں اور قد مچوں میں کیا اس سے کوئی اُلجھ سکتا ہے کہ ایک ہاتھ کی بنائی ہوئی ایک مٹی سے بنی ہوئی ایک آوے سے پکی ہوئی ایک روپے کے مول لی ہوئی ہزار اینٹیں تھیں۔ اُن پانچ سو میں کیا خوبی تھی کہ مسجد میں صرف کیس اور ان میں کیا عیب تھا کہ جائے نجاست میں رکھیں۔ اگر کوئی احمق اس سے پوچھے بھی تو وہ یہی کہے گا کہ میری ملک تھی میں نے جو چاہا کیا۔

فائدہ

جب مجازی ملک کا یہ حال تھا تو حقیقی مٹی ملک کا کیا پوچھنا۔ ہمارا اور ہماری جان و مال اور تمام جہان کا وہ اکیلا پاک نرالاسچا مالک ہے۔ اس کے کام اس کے احکام میں کسی مجال دم زدن کیا معنی؟ کیا کوئی اس کا ہمسریا اس پر افسر ہے جو اس سے کیوں اور کیا کہے؟ مالک علی الاطلاق ہے، بے اشتراک ہے، جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کریگا۔ ذلیل فقیر بے حیثیت حقیر اگر بادشاہ جبار سے اُلجھے تو اس کا سر کھجایا ہے، شامت نے گھیرا ہے، اس سے ہر عاقل یہی کہے گا کہ او بد عقل بے ادب اپنی حد پر رہ۔ جب یقیناً معلوم ہے کہ بادشاہ کمال عادل اور جمیع کمال صفات میں یکساں و کامل ہے تو تجھے اس کے احکام میں دخل دینے کی کیا مجال؟

انظام مملکت خویش خسران داتند

گدائے خاک نشینی تو حاقظا خروش

منکرین تقدیر کو پسند سود مند

دنیوی، مجازی، جھوٹے بادشاہوں کی نسبت تو آدمی کو یہ خیال ہو اور ملک الملوک بادشاہ حقیقی جل جلالہ کے احکام میں رائے زنی کرے سلاطین تو سلاطین اپنا برابر زنی بلکہ اپنے سے بھی کم مرتبہ شخص بلکہ اپنا نوکر یا غلام جب کسی صفت کا استاد ماہر ہو اور خود یہ شخص اس سے آگاہ نہیں تو اس کے اکثر کاموں کو ہرگز نہ سمجھ سکے گا۔ جان لے کہ یہ اس کام کا استاد وحکیم ہے۔ میرا خیال وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ غرض اپنی فہم کو قاصر جانے گا نہ کہ اس کی حکمت کو۔ پھر رب الارباب، حکیم حقیقی، عالم السروات الخفی کے اسرار میں خوض کرنا اور جو سمجھ میں نہ آئے اس پر معترض ہونا اگر بے دینی نہیں جنون ہے اگر جنون نہیں بے دینی ہے۔ **والعیاذ باللہ رب العالمین**

ازالہ وہم

منکرین تقدیر کی عادت ہے کہ جو چیز ان کی عقل و فہم میں آئے وہی حق ہے ورنہ باطل (معاذ اللہ) یہ ان کی کم عقلی اور کند چہنی کی دلیل ہے کیونکہ بہت سے امور کو ہم جانتے تک نہیں لیکن حقیقت میں موجود ہیں مثلاً سب کو معلوم ہے کہ مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے اور مقناطیسی قوت دیا ہوا لوہا ستارہ قطب کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ مگر اس کی حقیقت وکنہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس خاک کی لوہے اور اس افلاک کی ستارے میں کہ یہاں سے کروڑوں میل دور ہے باہم کیا آلفت؟ اور کیونکر اسے اس کی جہت کا شعور ہے اور ایک یہی نہیں عالم میں ہزاروں ایسے عجائب ہیں کہ بڑے بڑے فلاسفہ خاک چھان کر مر گئے اور ان کی کنہ نہ پائی۔ پھر اس سے ان باتوں کا انکار نہیں ہو سکتا آدمی اپنی جان ہی کو بتائے وہ کیا شئی ہے جسے یہ میں کہتا ہے؟ اور کیا چیز جب نکل جاتی ہے تو یہ مٹی کا ڈھیر بے حس و حرکت رہ جاتا ہے۔

قرآنی دلائل

اللہ تعالیٰ فرقان حکیم میں فرماتا ہے

وَمَا تَشَاءُ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (پارہ ۳۰، سورۃ النور، آیت ۲۹)

ترجمہ: اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ جو سارے جہان کا رب۔

اور فرماتا ہے

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ (پارہ ۳۲، سورۃ فاطر، آیت ۳)

ترجمہ: کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے۔

اور فرماتا ہے

مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ (پارہ ۲۰، سورۃ القصص، آیت ۶۸)

ترجمہ: ان کا کچھ اختیار نہیں۔

اور فرماتا ہے

آلَٰ لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (پارہ ۸، سورۃ الاعراف، آیت ۵۴)

ترجمہ: سن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے جہان کا۔

فائدہ

یہ آیات کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ پیدا کرنا عدم سے وجود میں لانا خاص اُسی کا کام ہے۔ دوسرے کو اس میں اصلاً شرکت نہیں۔ نیز اصل اختیار اُسی کا ہے نیز بے اس کی مشیت کے کسی کی مشیت نہیں ہو سکتی۔ وہی مالک و مولیٰ جل و علا اُسی قرآن کریم میں فرماتا ہے

ذَٰلِكَ جَزَيْنَهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ (پارہ ۸، سورۃ الانعام، آیت ۱۳۶)

ترجمہ: ہم نے یہ ان کی سرکشی کا بدلہ دیا اور بے شک ہم ضرور سچے ہیں۔

اور فرماتا ہے

وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (پارہ ۱۴، سورۃ النحل، آیت ۱۱۸)

ترجمہ: اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا، ہاں وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

اور فرماتا ہے

اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (پارہ ۲۴، سورۃ نجم السجدۃ، آیت ۴۰)

ترجمہ: جو جی میں آئے کرو بیشک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

اور فرماتا ہے

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفِرْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفِرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ

سُرَادِقُهَا (پارہ ۱۵، سورۃ الکہف، آیت ۲۹)

ترجمہ: اور فرما دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، بیشک ہم نے

ظالموں کے لئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی۔

اور فرماتا ہے

قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْعَمْتُهُ وَلَكِنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۝ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُم

بِالْوَعِيدِ ۝ مَا يُبْدِلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ۝ (پارہ ۲۶، سورۃ ق، آیت ۲۷)

ترجمہ: اس کے ساتھی شیطان نے کہا ہمارے رب میں نے اسے سرکش نہ کیا ہاں یہ آپ ہی دور کی گمراہی میں تھا۔ فرمائے گا (رب) میرے پاس نہ جھگڑو میں تمہیں پہلے ہی عذاب کا ڈر سنا چکا تھا۔ میرے یہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں بندوں پر ظلم کروں۔

فائدہ

یہ آیتیں صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ بندہ خود اپنی جان پر ظلم کرتا ہے وہ اپنی ہی کرنی بھرتا ہے۔ وہ ایک حرام کا اختیار و ارادہ ضرور رکھتا ہے۔ اب دونوں قسم کی سب آیتیں قطعاً مسلمان کا ایمان ہیں۔ بیشک بے شبہ بندہ کے افعال کا خالق بھی خدا ہی ہے۔ بے شک بندہ بے ارادۃ الہیہ کچھ نہیں کر سکتا اور بے شک بندہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے بے شک وہ اپنی بد اعمالیوں کے سبب مستحق سزا ہے۔

انتباہ

یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہو سکتیں مگر یوں ہی کہ عقیدۃ اہل سنت و جماعت پر ایمان لایا جائے وہ کیا ہے؟ وہ جو اہل سنت کے سردار مولیٰ، امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے انہیں تعلیم فرمایا۔

عقیدۃ اہل سنت

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ

انه خطب الناس يوماً (فلذكر خطبته ثم قال) فقام اليه رجل ممن كان شهد معه الجمل فقال يا

امير المؤمنين! اخبرنا عن القدر - فقال بحر عميق فلا تلججه - قال يا امير المؤمنين اخبرنا عن

القدر - قال سر الله فلا تتكلفه - قال يا امير المؤمنين اخبرنا عن القدر - قال اما اذا ابیت فانما امر

بين امرين لا جبر ولا تفويض - قال يا امير المؤمنين ان فلانا يقول بالا استطاعة - وهو حاضر فك قال

علي به - فاقاموه فلما رآه سل سيفه قدر اربع اصابع فقال الا استطاعة تملكها مع الله او من دون

اللہ؟ وایا لك ان تقول احدهما فتر تد فاضرب عنقك - قال فما اقول يا امير المؤمنين قال قل املكها بالله الذى ان شاء ملكنيها۔ (حلیۃ الاولیاء، ابو نعیم)

یعنی ایک دن امیر المؤمنین خطبہ فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے کہ واقعہ جمل میں امیر المؤمنین کے ساتھ تھے کھڑے ہو کر غرض کی یا امیر المؤمنین! ہمیں مسئلہ تقدیر سے خبر دیجئے۔ فرمایا گہرا دریا ہے اس میں قدم نہ رکھ۔ غرض کی یا امیر المؤمنین! ہمیں خبر دیجئے فرمایا اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دوامروں کے درمیان نہ آدمی مجبور محض ہے نہ اختیار اسے سپرد ہے اور وہ حضور میں حاضر ہے۔ مولیٰ علی نے فرمایا میرے سامنے لاؤ لوگوں نے اسے کھڑا کیا۔ جب امیر المؤمنین نے اُسے دیکھا تیغ مبارک چار انگل کے قدر نیام سے نکال لی اور فرمایا کام کی قدرت کا تو خدا کے ساتھ مالک ہے؟ یا خدا سے جدا مالک ہے؟ اور سنتا ہے خبردار ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا کہ کافر ہو جائے گا اور میں تیری گردن مار دوں گا۔ اس نے کہا یا امیر المؤمنین! پھر میں کیا کہوں؟ فرمایا یوں کہہ کہ اس خدا کے دیئے سے اختیار رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو مجھے اختیار دے بے اس کی مشیت کے مجھے کچھ اختیار نہیں۔

فائدہ

یہی عقیدہ اہل سنت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے نہ خود مختار بلکہ ان دونوں کے بیچ میں ایک حالت ہے جن کی کہ نہ رازِ خدا اور ایک نہایت عمیق دریا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار رضا میں امیر المؤمنین مولیٰ علی پر نازل ہوں کہ ان دونوں اُلجھنوں کو دو فقروں میں صاف فرما دیا۔ ایک صاحب نے اسی بارے میں سوال کیا کہ کیا معاصی بھی ارادۃ الہیہ واقع نہیں ہوتے؟ فرمایا تو کیا زبردستی اس کی معصیت کر لے گا **افیعصی قہرا** یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو مگر اس نے کر ہی لیا تو اس کا ارادہ زبردست پڑا معاذ اللہ خدا بھی دنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہوا کہ وہ ڈاکوؤں، چوروں کا ہتھیار بند و بست کرے پھر بھی ڈاکو اور چور اپنا کام کر ہی گزرتے ہیں۔ حاشا وہ ملک المملکوک، بادشاہ حقیقی، قادرِ مطلق ہر گز ایسا نہیں کہ اس کے ملک میں بے اس کے حکم کے ایک ذرہ جنبش کر سکے۔ وہ صاحب کہتے ہیں کہ **فکانما القمئی حجرا** مولیٰ علی نے یہ جواب دے کر گویا میرے منہ میں پتھر رکھ دیا کہ آگے کچھ کہتے بن ہی نہ پڑا۔

حکایت

عمر بن عبید معترزی کہ بندے کے افعال خدا کے ارادہ سے نہ جانتا تھا۔ خود کہتا ہے کہ مجھے کسی نے ایسا الزام نہ دیا جیسا ایک مجوسی نے دیا جو میرے ساتھ جہاز میں تھا۔ میں نے کہا تو مسلمان کیوں نہیں ہوتا؟ کہا خدا نہیں چاہتا میں نے کہا

خدا تو چاہتا ہے مگر شیطان تجھے نہیں چھوڑتا کہا تو میں شریک غالب کے ساتھ ہوں۔

فائدہ

اسی ناپاک شناعیت کے رد کی طرف مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارہ فرمایا کہ وہ نہ چاہے تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کر لے گا؟

ازالہ وہم

اس مجوسی کا عذر وہ بعینہ ایسا ہے کہ کوئی بھوک سے دم نکلا جاتا ہے۔ کھانا سامنے رکھا ہے اور نہیں کھاتا کہ خدا کا ارادہ نہیں اس کا ارادہ ہوتا تو میں ضرور کھا لیتا۔ اس احق سے یہی کہا جائے گا کہ خدا کا ارادہ نہ ہوتا تو نے کاہے سے جانا؟ اسی سے کہ تو نہیں کھاتا تو کھانے کا قصد تو کر دیکھ تو ارادۃ الہیہ سے کھانا ہو جائے گا۔ ایسی اوندھی مت اُسی کو آتی ہے جس پر موت سوار ہے۔ غرض مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تو اس کا فیصلہ فرمایا کہ جو کچھ ہوتا ہے بے ارادۃ الہیہ نہیں ہو سکتا۔

سوال

جب سب کچھ ارادۃ الہیہ سے ہوتا ہے تو پھر سزا و جزا کیوں؟

جواب

اس سوال کا جواب مدیۃ العلم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا چنانچہ مروی ہے کہ

قال قيل لعلی بن ابی طالب ان ههنا رجلا يتكلم فی المشیئة فقال یا عبد الله خلقت لما شاء او لما شئت؟ قال لما شاء قال فیمرضك اذا شاء او اذا شئت قال بل اذا شاء۔ قال فیمیتك اذا شاء واذا شئت؟ قال اذا شاء قال فیدخلک حیث شاء او حیث شئت؟ قال حیث شاء قال والله لو قلت غیر هذا لضربت الذی فیہ عیناک بالسیف۔ ثم تلا علی : و ما تشاء ون الا ان یشاء الله هو اهل التقویٰ و اهل المغفرة۔ (ابن ابی حاتم و اصہبانی، تلحیح الصدور صفحہ ۴۱)

مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی کہ یہاں ایک شخص مشیت میں گفتگو کرتا ہے۔ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا اے خدا کے بندے! خدا نے تجھے اس لئے پیدا کیا جس لئے اُس نے چاہا یا اُس لئے جس لئے تو نے چاہا کہا جس لئے اُس نے چاہا۔ فرمایا تجھے جب وہ چاہے بیمار کرتا ہے یا جب تو چاہے؟ کہا بلکہ جب وہ چاہے۔ فرمایا تجھے اُس وقت وفات دے گا جب وہ چاہے؟ یا جب تو چاہے؟ کہا جب وہ چاہے۔ فرمایا تو تجھے وہاں بھیجے گا جہاں وہ چاہے یا

جہاں تو چاہے؟ کہا جہاں وہ چاہے۔ فرمایا خدا کی قسم تو اس کے سوا کچھ اور کہتا تو یہ جس میں تیری آنکھیں ہیں یعنی تیرا سر تلوار سے مار دیتا۔ پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے وہ تقویٰ کا مستحق اور گناہ غفور ماننے والا ہے۔

فائدہ

خلاصہ یہ کہ جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے گا، بناتے وقت تجھ سے مشورہ نہ لیا تھا۔ بھیجتے وقت بھی نہ لے گا تمام عالم اس کی ملک ہے اور ملک سے دربارہ ملک سوال نہیں کر سکتا۔

حکایت عبرت آموز

مروی ہے کہ کسی نے آکر امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی یا امیر المومنین مجھے مسئلہ تقدیر سے خبر دیجئے۔ فرمایا تاریک راستہ ہے اس میں نہ چل۔ عرض کی یا امیر المومنین مجھے خبر دیجئے۔ فرمایا گہرا سمندر ہے اس میں قدم نہ رکھ۔ عرض کی یا امیر المومنین مجھے خبر دیجئے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا راز ہے تجھ پر پوشیدہ ہے اسے نہ کھول۔ عرض کی یا امیر المومنین مجھے خبر دیجئے۔ فرمایا

ان الله خالقك كما شاء او كما شئت

اللہ نے تجھے جیسا اُس نے چاہا بنایا؟ یا جیسا تو نے چاہا؟

عرض جیسا اُس نے چاہا۔ فرمایا

فيستعملك كما شاء او كما شئت؟

تو تجھ سے کام ویسا لے گا جیسا وہ چاہے یا جیسا تو چاہے؟

عرض کی جیسا وہ چاہے۔ فرمایا

فبيعثك يوم القيمة كما شاء او كما شئت؟

تجھے قیامت کے دن جس طرح وہ چاہے اٹھائیگا جس طرح تو چاہے؟

کہا جس طرح وہ چاہے۔ فرمایا

ايها السائل تقول لاحول ولا قوة الا بامن

اے سائل تو کہتا ہے کہ نہ طاقت ہے نہ قوت ہے مگر کس کی ذات ہے؟

کہا اللہ علیٰ عظیم کی ذات سے؟ فرمایا تو اس کی تفسیر جانتا ہے؟ عرض کی امیر المؤمنین کو جو علم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس سے مجھے تعلیم فرمائیں۔ فرمایا

تفسیر ہا لا یقدر علی طاعة الله ولا یكون قوۃ فی معصیة الله فی الامرین جمیعاً الا بالله
اس کی تفسیر یہ ہے کہ نہ طاعت کی طاقت، نہ معصیت کی قوت، دونوں اللہ ہی کے دیئے سے ہیں۔

پھر فرمایا

ایہا السائل الک مع الله مشیة او دون الله مشیة فان قلت ان لك دون الله مشیة فقد اکتفیت به عن مشیة الله وان زعمت ان لك فوق الله مشیة فقد ادعیت مع الله شرکافی مشیتہ۔
اے سائل تجھے خدا کے ساتھ اپنے کام کا اختیار ہے یا بے خدا کے؟ اگر تو کہے کہ بے خدا کے تجھے اختیار حاصل ہے تو تو نے ارادۃ الہیہ کی کچھ حاجت نہ رکھی جو چاہے خود اپنے ارادے سے کر لے گا خدا چاہے یا نہ چاہے اور یہ سمجھے کہ خدا سے اوپر تجھے اختیار حاصل ہے تو تو نے اللہ کے ارادے میں اپنے شریک ہونے کا دعویٰ کیا۔

پھر فرمایا

ایہا السائل الله یسبح و یدعو فی منہ الداء ومنہ الدواء اعقلت عن الله امرہ؟
اے سائل بے شک اللہ زخم پہنچاتا ہے اور اللہ ہی دوا دیتا ہے تو اسی سے مرض ہے اور اسی سے دوا۔ کیوں تو نے اب تو اللہ کا حکم سمجھ لیا؟

اس نے عرض کی ہاں! حاضرین سے فرمایا

الان اسلم اخوکم فقوموا فصافحوه.....
اب تمہارا یہ بھائی مسلمان ہوا کھڑے ہو کر اس سے مصافحہ کرو۔

پھر فرمایا

لو ان عندی رجلا من القدریۃ لاخذت بوقبۃ ثم لا ازال اجراء حاجتی اقطعها فانہم یہود هذه الامة
ونصارا ہا ومجوسہا۔ (ابن عساکر)

اگر میرے پاس کوئی شخص ہو جو انسان کو اپنے افعال کا خالق جانتا اور تقدیر الہی سے وقوع طاقت و معصیت کا انکار کرتا ہو تو میں اس کی گردن پکڑ کر دیو چتر ہوں گا یہاں تک کہ الگ کاٹ دوں اس لئے کہ وہ اس امت کے یہودی و نصرانی و مجوسی ہیں۔

فائدہ

یہودی اس لئے فرمایا کہ ان پر خدا کا غضب ہے اور یہود مغضوب علیہم ہے اور نصرانی و مجوسی اس لئے فرمایا کہ نصرانی تین خدا مانتے ہیں۔ مجودی یزدان اہرمین دو خالق مانتے ہیں۔ یہ بے شمار خالقوں پر ایمان لارہے ہیں کہ ہر جن وانس کو اپنے اپنے افعال کا خالق گارہے ہیں۔ **والعیاذ باللہ رب العلمین**

یہ اس مسئلہ میں اجمالی کلام ہے مگر انشاء اللہ تعالیٰ کا فی ودانی و صافی و شافی جس سے ہدایت والے ہدایت پائیں گے اور ہدایت اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ **واللہ الحمد و اللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم**

(تلخ الصدور، امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ)

امام ابو حنیفہ اور مذہب قدریہ کے عالم مکالمہ

اسحاق بن ابراہیم حنظلی (سمرقند کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے) نے فرمایا کہ ہم سمرقند سے چند دوستوں کے ساتھ کوفہ آ گئے۔ ہمارے ساتھ ایک قدریہ عقیدہ کا آدمی بھی تھا۔ ہم نے کوفہ پہنچ کر اس سے پوچھا تمہاری گفتگو کس سے کرائی جائے؟ اس نے امام ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا نام لیا۔ ہم آپ کی مجلس میں پہنچے تو آپ سالکوں کے ایک انبوہ میں گھرے ہوئے تھے اور آپ اپنے شاگردان عزیز کو کچھ لکھوا بھی رہے تھے۔ ہم بھی آگے بڑھے اور عرض کی حضور ہم سمرقند سے آئے ہیں اور ہمارے ساتھ ایک ایسا ساتھی ہے جو قدریہ عقیدہ رکھتا ہے اگر آپ اس کو گفتگو کا موقع دیں تو شاید اس کی اصلاح ہو جائے۔ ہم نے دل میں کہا قدری لوگ بحث کو بڑا طویل لیجاتے ہیں۔ آپ سے اتنا وقت کس طرح دیں گے اور جو کام کر رہے ہیں اسے کس طرح چھوڑ دیں گے لیکن ہوا یہ کہ آپ نے قدری سے ایک سوال کیا اس نے اس کا فوراً جواب دیا۔ آپ نے پھر سوال کیا مگر وہ تھوڑی دیر سوچنے لگا اور سوچ کر جواب دیا۔ آپ نے ایک اور سوال کیا وہ قدری سر کو تھام کر سوچنے لگا اور ماتھے پر آئے ہوئے پسینے کو پونچھنے لگا اور حیران تھا کہ کیا جواب دے آخر کہنے لگا میں اللہ سے بخشش کی استدعا کرتا ہوں اور اپنے عقائد سے توبہ کرتا ہوں۔ اے ابو حنیفہ! اللہ تعالیٰ آپ کو خزانہ خیر دے۔ آپ نے دوسوالوں میں میری دنیا بدل دی میں تو جہنم کے کنارے پر کھڑا تھا آپ نے مجھے بچالیا۔

(مناقب امام اعظم ترجمہ مناقب الموفق صفحہ ۱۴۲)

فائدہ

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایسے سوالات کے نقد جوابات کی تفصیل فقیر کے رسالہ ”امام ابو حنیفہ کی حاضری“

جوابی“ یا فقیر کے دو ترجمے مناقب الموفق ترجمہ اردو ”مناقب امام اعظم“ اور مناقب الکروری ترجمہ اردو ”مقامات امام اعظم“ کا مطالعہ کریں۔

حکایت لقمان حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ نے بیٹے سے فرمایا کہ جو امر ناگوار پیش آئے اس کے لئے عقیدہ رکھنا کہ اس میں منجانب اللہ بھلائی ہوگی۔ بیٹے نے کہا اس کا مشاہدہ ضروری ہے۔ حضرت لقمان نے کہا اس کا جواب پیغمبر علیہ السلام دیں گے ان کے پاس چلتے ہیں۔ دونوں پیغمبر علیہ السلام کے پاس چل پڑے۔ سارا دن گھوڑے پر سوار ہو کر چلے رہے راستہ میں گرمی سخت تھی گھوڑا مر گیا زاوراہ بھی ختم ہو گیا اب بجائے سواری کے پیدل چل پڑے۔ دور سے لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہر سے دھواں نکلتا دیکھا اور شہر کے آثار نظر آئے تو تیز قدم اٹھائے تاکہ جلد پہنچ جائیں لیکن اچانک صاحبزادے کے پاؤں میں ایسا پتھر چبھ گیا کہ چلنے سے عاجز ہو گیا بلکہ زخم سے خون جاری ہو گیا اور بیہوشی سے گر پڑا۔ حضرت لقمان نے پاؤں سے پتھر نکالا اور عمامہ پھاڑ کر زخم پر باندھا دیکھ کر بے ساختہ آنکھوں سے آنسو بہہ لگے اور صاحبزادے کے چہرے پر آنسو گرے تو صاحبزادے نے آنکھ کھول کر عرض کی مجھے تو صبر کی وصیت فرماتے ہیں اور خود رو رہے ہیں اور فرماتے تھے کہ ہر دکھ اور تکلیف میں خیر و بھلائی ہوتی ہے اب آپ نے دیکھ لیا ہمیں کون سی بھلائی ملی۔ زاوراہ ختم ہو گیا اور یہاں ویرانے میں ہم دونوں حیران و سرگرداں ہیں اگر مجھے اکیلا چھوڑ کر جاتے ہو تو میرا غم آپ کو ہمیشہ ستاتا رہیگا اگر بیٹھتے ہو تو ہم دونوں یہاں سسک سسک کر مرجائیں گے۔ حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بیٹے! میرا رونا صرف شفقتِ پدری سے ہے اگر میں تجھ پر تمام دنیا فدا کروں بلکہ اپنی جان بھی دے دوں تو بھی روا ہے کیونکہ شفقتِ پدری کا تقاضا یہی ہے۔ باقی رہا تیرا سوال کہ اس میں ہماری کون سی خیر و بھلائی ہے تو وہ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائیگا۔ ممکن ہے کہ جس مصیبت میں ہم مبتلا ہوئے اس سے بڑھ کر ہمیں مبتلا ہونا لکھا ہوگا جس سے آسان بلا میں مبتلا ہوئے ممکن ہے اس سے زائد مصیبت کے ہم حامل نہیں ہو سکتے۔ یہی بات ہو رہی تھی کہ حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ اس سے قبل جو ہمیں دور سے شہر کے آثار نظر آئے اور وہاں سے دھواں نکلتا ہوا محسوس ہوا وہ کہاں گیا۔ ادھر ادھر دیکھا کچھ نظر نہ آیا۔ اندریں اٹھا اچانک ایک نوجوان گھوڑے پر سوار سامنے سے گزرا اور فرمایا آپ ہی لقمان ہے؟ آپ نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا آپ ہی حکیم ہیں؟ کہا ہاں۔ اس نے کہا آپ کا بیٹا نا سمجھ ہے جو کچھ کہتا ہے غلط ہے اسے یقین نہیں آ رہا کہ انسان پر جو مصیبت آتی ہے اس میں اس کی بھلائی ہوتی ہے یا بڑی مصیبت سے اسے بچا کر آسان مصیبت میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ تمہارے لئے یہ

آسمان مصیبت ہے کیونکہ اگر تم شہر تک اس سے قبل پہنچ جاتے تو دوسروں کی طرح تم بھی زمین میں دھنس جاتے۔ یہ سن کر حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹے سے مخاطب ہوئے اور فرمایا بیٹے! دیکھ اور سن لیا۔ بہر حال جو کچھ ہوتا ہے وہ ہمارے لئے خیر و بھلائی ہوتی ہے۔ پھر دونوں چل دیئے۔

فائدہ

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ شام کو سوتے وقت مجھے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کل کیا ہوگا بھلائی برائی جو بھی ہوگی اس میں میری بھلائی ہوگی کیونکہ ہمیں کیا خبر بھلائی کس امر میں ہے۔ (روح البیان۔ پارہ ۲۱، لقمان)

حکایت

جالینوس حکیم نے ایک ایسی پڑیا تیار کی جو چلتے چلتے پانی پڑا لی جاتی تو بہت پانی ٹھہر جاتا لیکن جب اس کی وفات کا وقت قریب ہوا تو اسہال جاری ہو گئے۔ شاگرد نے عرض کی جناب کی پڑیاں کہاں گئی جو بہتے پانی کو چلنے نہ دیتی تھی۔ جالینوس نے وہی پڑیا اس کے سامنے بہتے پانی میں ڈالی تو چلتا پانی ٹھہر گیا۔ شاگرد نے حیران ہو کر عرض کی تو پھر یہ پڑیا خود کیوں نہیں کھاتے تاکہ آپ کے اسہال بند ہو جائیں فرمایا بہت کچھ کھایا لیکن

اذا جاء التقدير عمی التدبیر

جب تقدیر آتی ہے تو تدبیر اندھی ہو جاتی ہے۔

درس عبرت

انسان تدبیر میں کمی تو نہ کرے کہ اس سے ثواب ملے گا لیکن کام کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے اسی میں سکون قلبی ہے اور اسی میں قرار و اطمینان ورنہ پریشانی کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ تدبیر و دعا وغیرہ میں کمی نہ کرے اجر و ثواب بھی ہوگا۔ ممکن ہے کام بھی ہو جائے ورنہ کام نہ ہونے پر تقدیر کے سامنے سر تسلیم خم کرے کہ اس میں ہزاروں بھلائیاں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا

تَعْلَمُونَ (پارہ ۲، سورۃ البقرۃ، آیت ۲۱۶)

ترجمہ: اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

جیسا کہ حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ میں بھی گزرا ہے۔

ہد ہد کا بیان

جب سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کا ڈنکا بجا تو سب پرندے اطاعت میں حاضر ہوئے اور سلیمان علیہ السلام کو انہوں نے اپنا محرم راز اور زبان داں پایا تو ہر گروہ دل و جان سے حاضر دربار ہو گیا۔ سب پرندوں نے اپنی چوں چوں کرنی چھوڑ دی اور سلیمان علیہ السلام کی محبت میں بنی آدم سے زیادہ فصیح بولنے لگے۔ سب پرندے اپنی اپنی حکمت و دانائی بیان کرتے تھے مگر یہ خود ستانی کچھ شیخی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اپنی غفلت کا اظہار تھا کہ سلیمان علیہ السلام کو ہدایت و تعلیم پھیلانے میں مدد ملے۔ ہوتے ہوتے ہد ہد کی باری آئی اس نے کہا کہ اے بادشاہ ایک ہنر جو سب سے ادنیٰ ہے عرض کرنا چاہتا ہوں کیونکہ مختصر بات ہی مفید ہوتی ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ وہ کون سا ہنر ہے۔ ہد ہد نے کہا جب میں بلندی پر اترتا ہوں تو پانی کنوئیں میں بھی ہو تو دیکھ لیتا ہوں اس تفصیل کے ساتھ کہ یہ کہاں ہے کس گہرائی میں ہے اور اس کا رنگ کیا ہے یہ بھی کہ وہ پانی زمین سے اُبل رہا ہے یا پتھر سے برس رہا ہے۔ اے سلیمان علیہ السلام تو اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ مجھ جیسے واقف کار کو رکھ لیں حضرت نے کہا کہ بے آب و گیاہ اور خطرناک ریگستانوں میں تو ہمارے ساتھ رہا کرو ہماری ہمراہی بھی کرے اور پیش روی بھی تاکہ ہمارے لئے پانی کا کھوج لگا سکا رہے۔

جب کوئے نے سنا کہ ہد ہد کو یہ منصب عطا ہو گیا تو اسے حسد ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کی کہ ہد ہد نے بالکل غلط بات کہی ہے اور گستاخی کی ہے یہ خلاف ادب ہے کہ بادشاہ کے حضور میں ایسا جھوٹا دعویٰ کیا جائے جس کا پورا ہونا ممکن نہ ہو اگر ہمیشہ اس کی نظرات تیز ہوتی تو مٹھی بھر خاک میں چھپا ہوا پھندہ کیوں نہ دیکھ سکا جال میں کیوں پھنستا اور پیچھے میں کیوں گرفتار ہوتا۔ سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ کیوں اے ہد ہد! کیا یہ سچ ہے کہ تو میرے آگے دعویٰ کرتا ہے اور وہ بھی جھوٹا؟ ہد ہد نے کہا خدا کے واسطے بادشاہ! مجھ بے نوا فقیر کے خلاف دشمن کی لگائی بجھائی میں مت آئیں اگر میرا دعویٰ غلط ہے تو یہ سر حاضر ہے ابھی گردن اڑا دیں۔ رہی موت اور خدا کے حکم سے گرفتاری تو اس کا علاج میرے تو کیا کسی کے پاس بھی نہیں ہے اگر خدا کی مشیت میری عقل کی روشنی کو نہ بجھائے تو میں ضرور اڑتے اڑتے پھندے اور جال کو دیکھ لوں لیکن جب حکم الہی ہوتا ہے تو عقل سو جاتی ہے چاند سیاہ ہو جاتا ہے اور آفتاب گہن میں آ جاتا ہے۔ اے سلیمان علیہ السلام میری عقل اور بینائی میں یہ قوت نہیں ہے کہ خدائی حکم کا مقابلہ کر سکوں۔ (مشوئی شریف)

فائدہ

ہد ہد نے تقدیر کا مسئلہ تو واضح کر دیا لیکن ساتھ یہ بھی نہ بھولے کہ ہد ہد کو اللہ تعالیٰ نے آنکھوں سے ایسا نوازاکہ دور سے زمین کے اندر کی گہرائی جان لیتی اور آنکھوں سے دیکھ لیتی۔ افسوس ہے اس برادری پر جو ایک معمولی پرندے کے

چھپی ہوئی چیزوں کو دور سے دیکھنے اور اس کے جاننے کو مانتے ہیں لیکن ضد ہے تو انبیاء، اولیاء سے علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔

شرح

غنی کائنات یعنی آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کو دیکھ کر فقراء و سائلین آپ کے در پر پڑے ہوئے ہیں کریم کے دروازے پر فقراء و سائلین کا کیمپ لگا ہوا ہے اب اس کیمپ کا ختم ہونا ناممکن ہے خواہ قیامت ہی آجائے بلکہ حشر میں تو اسی کیمپ میں کہیں اور بڑھ کر رونق اور اضافہ ہوگا کہ کل جہاں سائل بھکاری بن کر ہمارے اس کیمپ میں آجائے گا۔ جیسا کہ احادیث شفاعت میں فقیر نے متعدد مقامات پر اسی شرح حدائق میں لکھا ہے۔

گدھ اور چیل کا مناظرہ

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک گدھ چیل کے سامنے بولا کہ مجھ سے زیادہ دور بین کوئی نہیں ہوگا۔ چیل بولی کہ اتنی زیادہ شنی اچھی نہیں ہوتی۔ آج جنگل کے اطراف میں تجھے کیا نظر آتا ہے۔ ایک دن کے فاصلہ سے گدھ نے اوپر سے نیچے نظر دوڑائی اور چیل سے بولا کہ اگر تجھے یقین آجائے تو میں نے دیکھا کہ گیہوں کا ایک دانہ زمین پر پڑا ہے۔ چیل کو تعجب کی وجہ سے یقین نہ آیا انہوں نے سر اونچائی سے نشیب کی طرف کر دیا۔ جب گدھ دانہ کے قریب پہنچا تو اس پر لمبی قید چمٹ گئی۔ وہ شکاری کے بچھائے ہوئے پھندے میں بُری طرح پھنس گیا وہ یہ نہ سمجھا کہ اس دانے کے کھانے سے زمانہ اس کی گردن میں جال ڈال دے گا۔ ہر پستی موتی سے حاملہ نہیں بنتی ہے نہ ہر بار چالاک نشانہ پر مار سکتا ہے۔ چیل نے جب گدھ کو جال میں پھنسنے دیکھا تو گدھ سے بولی اس دانہ کے دیکھنے سے کیا فائدہ جب تجھے دشمن کے جال کی بینائی نہ تھی۔ اس کے جواب میں چیل نے کہا اور اس کی گردن پھنسی تھی تقدیر سے بچاؤ مفید نہیں ہے (ہاوجود بچاؤ کے مقدر کا لکھا پیش کر رہا ہے) موت نے جب اس کا خون بہانے کے لئے ہاتھ نکال لیا تو تقدیر نے اس کی باریک بینی بند کر دی۔ جس پانی کا کنارہ موجود نہ ہو اس میں تیراک کا غرور کام نہیں آتا ہے۔

سوالات و جوابات

سوال

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ

سَمِعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت ۷۶)

ترجمہ: بیشک وہ جن کی قسمت میں کفر ہے انہیں برابر ہے چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے کے نہیں۔ اللہ

نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب۔

جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمادیا ہے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے پھر انہیں سزا و عذاب کا کیا معنی اور رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تبلیغ کے لئے کیوں بھیجا وغیرہ وغیرہ۔

جواب

تفصیل گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے یہ اس کے علم کی وسعت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے ان کے آنے والے حالات کی خبر دی ہے کہ وہ اپنے قدرت و اختیار سے کفر و گمراہی کریں گے نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں

کفر و گمراہی پر مجبور کرے گا تو ایسا ہوگا۔

جواب ۲

انسان میں پیدائشی طور پر ایمان و کفر کی استعداد پائی جاتی ہے بلکہ فطرۃ ایمان و اسلام پر ہوتا ہے جیسا کہ حدیث

شریف میں ہے

المولود یولد علی فطرۃ الاسلام فابو ایہود دانہ او ینصرانہ او لمجسانہ۔

یعنی انسان فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنائیں یا نصرانی یا مجوسی۔

حضرت امام اسماعیل حقی حنفی نے تفسیر روح البیان میں فرمایا باوجود یہ کہ ان میں ایمان و کفر قبول کرنے کی بہتر

استعداد پائی جاتی تھی اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے اُن کے ذرات کو **الست برکم** کے خطاب سے مخاطب فرمایا تو ان

سب نے **بلی** کہا پھر ان ذرات کو ان کے قلوب میں اللہ رکھا پھر قلوب کو اجسام میں اور اجسام کو دنیا میں گویا ذرات کو تین

اندھیروں میں بند کیا گیا۔ پھر دل کا دریچہ عالم غیب کی طرف واسطے ذرات کے کھلا رہتا ہے جو کہ امانت رکھے ہوئے ہیں

جنہوں نے اللہ کے خطاب کو سنا اور کمال حق کا مشاہدہ کیا۔

سوال

آیت میں **سواء علیہم** کے بجائے **سواء علیک** کیوں نہ فرمایا جیسا کہ بت پرستوں کے لئے فرمایا

سَوَاءٌ عَلَیْکُمْ اَدْعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صٰمِتُوْنَ (پارہ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۹۳)

ترجمہ: تم پر ایک سا ہے چاہے انہیں پکارو یا چپ رہو۔

جواب

حضور ﷺ کے لئے انذار اور اعلام برابر نہیں تھا بلکہ آپ کو انذار کا ثواب ملتا تھا اگرچہ کفار ایمان نہ بھی لائیں، بخلاف عبدة الاحنام کے کہ ان کے لئے دونوں امر برابر تھے۔ اس کی نظیر **امر بالمعروف ونہی عن المنکر** ہے کہ امر کو تو ثواب حاصل ہوگا خواہ مامور اس پر عمل بھی نہ کرے۔ گویا یہ لوگ ہوو علیہ السلام کی قوم کی طرح تھے کہ انہوں نے حضرت ہوو علیہ السلام کو کہا

قَالُوا سَوَاء عَلَيْنَا أَوْعَظْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَاعِظِينَ (پارہ ۱۹، سورۃ الشعراء، آیت ۱۳۶)

ترجمہ: بولے ہمیں برابر ہے چاہے تم نصیحت کرو یا نہ کرو میں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے

سَوَاء عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ (پارہ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۹۳)

ترجمہ: تم پر ایک سا ہے چاہے انہیں پکارو یا چپ رہو۔

اور یوم قیامت انہیں کہا جائے گا

إِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا سَوَاء عَلَيْكُمْ إِنْمَّا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

(پارہ ۲، سورۃ الطور، آیت ۱۶)

ترجمہ: اس میں جاؤ اب چاہے صبر کرو یا نہ کرو سب تم پر ایک سا ہے تمہیں اسی کا بدلہ جو تم کرتے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ ان کے (قیامت کے دن کے) قول کی خبر دیتا ہے۔

سَوَاء عَلَيْنَا أَجْزَيْنَا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيضٍ (پارہ ۱۳، سورۃ ابراہیم، آیت ۲۱)

ترجمہ: ہم پر ایک سا ہے چاہے بے قراری کریں یا صبر سے رہیں ہمیں کہیں پناہ نہیں۔

فائدہ

چونکہ حضور ﷺ کو انذار و تبلیغ پر ثواب ہی ملتا تھا اسی لئے آپ ﷺ انذار و تبلیغ میں بہت زیادہ جدوجہد فرماتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

فَلَعَلَّكَ بَايِعَ نَفْسِكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ آسَفًا (پارہ ۱۵، سورۃ الکہف، آیت ۶)

ترجمہ: تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے پیچھے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں غم سے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صرف احکام پہنچانے کا فرمایا چنانچہ قرآن مجید میں ہے
وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَّغُ الْمُبِينُ (پارہ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۵۴)
ترجمہ: اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔

تبلیغ سے مقصد صرف اجر ہے چنانچہ فرمایا

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ (پارہ ۱۹، سورۃ الشعراء، آیت ۱۰۹، ۱۱۰)

ترجمہ: اور میں اس پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور آج سے نہیں ازل الازل سے کہ اتنے بندے ہدایت پائیں گے اور اتنے چاہ ضلالت میں ڈوبیں گے مگر کبھی اپنے رسولوں کو ہدایت سے منع نہیں فرماتا کہ جو ہدایت پانے والے ہیں اُن کے لئے سبب ہدایت ہوں اور جو نہ پائیں گے اُن پر جحمت الہیہ قائم ہو۔

مروی ہے جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو موسیٰ عزوجل نے رسول کر کے فرعون کی طرف بھیجا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام چلے تو ندا ہوئی مگر اے موسیٰ! فرعون ایمان نہ لائے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے دل میں کہا پھر میرے جانے سے کیا فائدہ ہے؟ اس پر بارہ علماء ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کہا اے موسیٰ آپ کو جہاں کا حکم ہے جائیے یہ وہ راز ہے کہ باوصف کوشش آج تک ہم پر بھی نہ کھلا۔

ابن جریر عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لما بعث اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام الی فرعون نوذی لن یفعل فلم قال فناواہ اثنا عشرہ ملکاً من علماء الملئکۃ امض لما امرت بہ فاتا جہدنا ان نعلم ہذا فلم نعلمہ۔

اور آخر نفع بعثت سب نے دیکھ لیا کہ دشمنانِ خدا ہلاک ہوئے۔ دوستانِ خدا نے ان کی غلامی ان کے عذاب سے نجات پائی۔ ایک جلے میں ستر ہزار ساجدہ میں گر گئے اور ایک زبان بولے

قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۝ (پارہ ۱۹، سورۃ الشعراء، آیت ۲۷-۲۸)

ترجمہ: جا دو گر بولے ہم ایمان لائے اس پر جو سارے جہان کا رب ہے۔ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا علم غیب

چونکہ حضور نبی پاک ﷺ مظہر حق تعالیٰ ہیں اسی لئے بعض کام ایسے کرتے ہیں جو دوسروں کے نزدیک خلاف

اولی ہوتے لیکن آپ ﷺ نے جو کام کیا لوگوں کے اولیٰ سے ہزاروں درجہ بھی اولیٰ ہوتا ہے اس کی ہزاروں مثالیں قرآن و احادیث مبارکہ میں موجود ہیں۔ فقیر یہاں موسیٰ علیہ السلام جیسی ایک مثال قرآنی پیش کرتا ہے۔ (وہوالموفق)

رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کا واقعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رئیس المنافقین عبد اللہ ابی ابن سلول نے اپنے مرض الموت میں رسول اللہ ﷺ کو استغفار اور نماز جنازہ کی درخواست کی اور وہ جب وہ مرجائے تو اُس کی قبر پر تشریف لا کر اپنی قمیص مبارک عنایت فرمائیں تاکہ اسی قمیص سے اسے کفنایا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آپ اس پلید کو اپنی پاک اور مبارک قمیص کیوں عنایت فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا

انا قمیصی لا یغنی عنہ من اللہ شیئا وارجوا من اللہ تعالیٰ ان یدخل فیہ بہ الف فی الاسلام۔

(روح البیان جلد ۱ صفحہ ۹۳۲ مطبوعہ قدیم تحت آیت وَلَا تُصَلِّ عَلَیْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَأْتِی الْخ (پارہ ۱۰ سورۃ التوبہ۔

آیت ۸۳)

میری قمیص تو اسے عذاب الہی سے نہیں بچائیگی البتہ اس سے ہزاروں کو دولت اسلام نصیب ہوگی۔

فائدہ

اس سے وہابیہ کے دو اعتراض دفع ہو گئے۔ پہلا یہ کہ حضور ﷺ کو (معاذ اللہ) علم ہوتا کہ وہ بے ایمان ہے تو اسے قمیص کیوں دیتے۔ دوسرا یہ کہ حضور ﷺ کا قمیص متبرک تھا تو منافق کو کیوں فائدہ نہ دیا۔ حضور ﷺ نے دونوں کے جواب دے دیئے یہی نہیں بلکہ آنے والے حالات بتائے کہ قمیص دینا مبنی بر حکمت ہے۔ اول تو قمیص سے نفع کی قوت سلب کر لی گئی ہے دوسرے اس سے ہزاروں بدقسمتوں کو دولت اسلام نصیب ہوگی۔

وہ منافقین جو ابی سلول کے ساتھ ہر وقت رہتے تھے اور اسے جانتے تھے کہ یہ نبی علیہ السلام کا اندرونی طور پر سخت دشمن ہے پھر بھی حضور ﷺ سے موت کے وقت تبرک کے طور پر قمیص اور دعائے مغفرت کی درخواست کر رہا ہے اور امید رکھ رہا ہے کہ حضور ﷺ کی قمیص اور ان کی دعا عذاب الہی سے بچائیں گے اور رحمت الہی کا سبب بنیں گے اس لئے خنزرج کے ہزاروں لوگ مسلمان ہو گئے۔

وہابیہ دیوبندیہ کے ایک سوال کا جواب

وہابی دیوبندی چیخ چیخ کر عوام کو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ملبوسات و متعلقات و تبرکات سے کوئی فائدہ ہوتا تو

عبداللہ بن ابی کو حضور ﷺ کی قمیص نے کیوں فائدہ نہ بخشا۔ اس کا جواب سینکڑوں سال پہلے صاحب روح البیان نے لکھا کہ

وانما قال عليه السلام ان قميصي لا يغني لعدم الاساس الذي هو الايمان ومثله انما يثر عند صلاح المحل۔

(پارہ ۱۰، روح البیان جلد ۱ صفحہ ۹۳۲ تحت آیت وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا..... الخ (پارہ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۸۴) ﴿﴾
آپ نے اپنی قمیص کا اسے فائدہ نہ دینے کا اس لئے فرمایا کہ اس کے اندر نجات کی اساس یعنی دولت ایمان ہی نہیں تھی اور ایسی بابرکت چیزوں کا اثر تو اُس وقت ہوتا ہے جو محل بھی اثر پذیر ہو۔
اس کی مزید تفصیل فقیر کی تفسیر ”فیوض الرحمن ترجمہ روح البیان پارہ ۱۰“ میں پڑھئے۔

توضیح المقصد

اس واقعہ میں واضح ہے کہ باوجود یہ کہ حضور نبی پاک ﷺ کو یقین تھا کہ عبداللہ ابی ابن سلول منافق کی نماز جنازہ سے اس کی بخشش نہ ہوگی لیکن آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھادی اور اسے پیرا بن مبارک بھی پہنا دیا بلکہ لعاب دہن بھی اس کے منہ میں ڈالا۔ بظاہر یہ جملہ امور لوگوں کی نظر میں نامناسب تھے لیکن حضور ﷺ کی نگاہ اس کے بہتر نتیجہ پر تھی یعنی بیشمار کفار کا اسلام قبول کرنا۔ یہ وہی بات ہوئی جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمائی کہ تمہارا کام ہے فرعون کو میرا پیغام پہنچانا۔

سوال

قرآن مجید میں ہے

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ لِيِ الذُّبْرِ ۝ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌّ ۝ (پارہ ۲۷، سورۃ القمر، آیت ۵۲، ۵۳)

ترجمہ: اور انہوں نے جو کچھ کیا سب کتابوں میں ہے۔ اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

جواب

اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ نوشتوں میں موجود تھا انہوں نے وہی کیا بلکہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ پہلے سے موجود تھا اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے یعنی علم معلوم کے تابع ہے معلوم علم کے تابع نہیں ہے۔
حضرت امام قرطبی لکھتے ہیں

یعنی ان سے پہلی اُمتوں نے جو کچھ اچھے اور بُرے کام کئے تھے وہ سب لکھے ہوئے تھے ذہر سے مراد لوح محفوظ

ہے یعنی انسانوں نے جو کچھ اپنے قصد اور اختیار سے کیا ہے وہ سب پہلے سے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کراما کاتبین نے ان کے کاموں کو اعمال نامے میں لکھ کر محفوظ کیا ہوا ہے اور انسان کا ہر گناہ چھوٹا ہو یا بڑا وہ اس کے کرنے سے پہلے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا علم سابق اور علم ازلی ہے اور اسی کو تقدیر کہتے ہیں۔

سوال

جب انسان کا جنتی جہنمی ہونا پہلے سے نوشتہ ہے پھر سزا و جزا کیوں؟

جواب

تقدیر سے بحث کرنے والوں کا سب سے بڑا سوال یہی ہے اس کے جوابات مختلف انداز میں فقیر نے عرض کئے ہیں اب سطحی طور

کلمو الناس علی قدر عقولہم

کے پیش نظر آسان طریقہ عرض کرتا ہے لیکن یہ بھی نہ بھولنے کے ہم بار بار عرض کر رہے ہیں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پہلے لکھ دیا ہے ہم اس کے تابع نہیں اور ہی اس کے مطابق کام کر رہے ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ جو کچھ ہمیں اپنے اپنے اختیار اور ارادہ سے کرنا تھا اس کا پہلے اللہ تعالیٰ کو علم تھا قلاں بندہ ایسے کرے گا یہ علم معلوم سے اس طرح متعلق ہوگا جیسے ہمارا علم ہمارے معلوم سے ہوتا ہے اسے چند مثالوں سے سمجھیں۔

علم معلوم کے تابع

یہ قاعدہ صرف آپ کے لئے ہے اور یہ چند مثالیں محض افہام و تفہیم کے طور پر ہے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کے علم کو اس سے مشابہ بنانا نہیں۔

مثال

ہم ایک ماہ پہلے ہوائی جہاز میں اپنی سیٹ کراچی (باب المدینہ) سے جدہ کے لئے بک کر لیتے ہیں ہمیں ایک ماہ پہلے علم ہوتا ہے کہ فلاں دن اتنے بجے ہوائی جہاز کراچی (باب المدینہ) سے اڑے گا اور اسی دن اتنے بجے جدہ پہنچے گا اور ہم نے اپنے اس پروگرام کو اپنے ڈائری میں لکھ کر محفوظ کر لیا۔ اب واقعہ یہ نہیں ہے کہ چونکہ ہم کو پہلے علم تھا اور ہم نے اپنی ڈائری میں لکھ لیا تھا کہ فلاں دن جہاز اتنے بجے کراچی باب المدینہ سے پرواز کر کے اتنے بجے جدہ پہنچے گا اسی لئے ہمارے علم اور ہماری ڈائری کے تابع ہو کر جہاز پرواز کر رہا ہے اور اس مقررہ وقت میں کراچی باب المدینہ سے جدہ پہنچ

رہا ہے بلکہ جہاز تو اپنے پروگرام کے مطابق پرواز کر رہا ہے ہمیں اس کے پروگرام کا پہلے علم ہو گیا اس معنی پر ہمارا علم جہاز کے پروگرام کے تابع ہے جہاز کا پروگرام ہمارے علم کے تابع نہیں ہے۔

نتیجہ

جہاز کے پروگرام پہ جانا نہ جانا ہمارے ارادہ و اختیار میں ہے اگر ہم اپنے ارادہ و اختیار سے جہاز کے وقت پہنچیں گے تو اس سے ہمارا فائدہ نہ جائے گا تو ہمارا نقصان ہے۔ بلا تشبیہ و تمثیل سمجھئے کہ جیسے ہم جہاز کے پروگرام کے تابع ہیں یونہی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کا پروگرام پہلے (ازل) میں بنادیا اس کے پروگرام کے خیر و شر کو جانتے ہیں تو یہ جو شخص اس کے پروگرام کے مطابق اپنے ارادہ و اختیار سے عمل کریں گے تو اس کی جزا پائیں گے اگر خلاف کریں گے تو اس کی سزا ملے گی۔

انتباہ

یہ مثال صرف سمجھانے کے لئے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس ہے اس کے معلوم کے ہم تابع ہیں لیکن جبر و اکراہ سے نہیں اپنے ارادہ و اختیار سے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**
حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا

در کوئے نیک نامی مارا گذرند اوند

گرتو نمی پسندی تعمیر کن قضا را

مجھے نیک نامی کے کوچہ میں گزرنے ہی نہیں دیتے اگر تجھے ناپسند ہے تو تو اپنی تقدیر کو بدل دے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ روزانہ لاتعداد مخلوق کو پیدا فرما رہا ہے اگر اس کو ان میں سے ہر ایک کے متعلق یہ علم نہ ہو کہ کس چیز میں کیا صلاحیت اور استعداد ہے وہ دنیا میں کیا کرے گی اور کتنی مدت تک باقی رہے گی اور اس نظام کائنات میں اس کا کیا نظم و نسق ہے تو اللہ تعالیٰ (عزوجلہ) اس لاعلمی کے ساتھ اس عظیم کائنات کا یہ ہمہ گیر نظام کیا ایک دن بھی جاری رکھ سکتا ہے؟ جب ایک کارکن اپنے ہنر کی کارکردگی سے بے خبر نہیں ہوتا تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس پوری کائنات خالق اپنی مخلوق کے حال اور مستقبل سے لاعلم ہو اور اس کو کسی شخص کے نیک اور بد افعال کا اُسی وقت علم ہو جب وہ ان افعال کو انجام دے چکے اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے اس کو ازل میں اس بات کا علم تھا کہ جس وقت جو انسان پیدا ہوگا وہ اپنے اختیار اور ارادہ سے کیا کام کرے گا۔ انسان کو جزا اور سزا اس کے ارادے اور اختیار کی وجہ سے ملتی ہے انسان اگر نیکی کو اختیار کرے

تو اللہ تعالیٰ نیکی کو پیدا کر دیتا ہے اور بدی کو اختیار کرے تو بدی کو اور ازل میں جو اللہ تعالیٰ کو انسان کے ارادہ اور اختیار کا علم تھا اس علم سے انسان کے اختیار اور آزادی عمل کی نفی ہوتی ہے نہ ان پر جزا اور سزا کے استحقاق کی نفی ہوتی ہے۔

خاتمہ

روح البیان میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری تقدیر پر بندہ سر تسلیم خم کر دے اگر جزع فزع کرے گا تو میری تقدیر نہ بدلے گی لیکن بندے کا اپنا نقصان ہوگا اسی لئے انسان کو رب تعالیٰ کی ہر تقدیر پر خوش ہونا لازم ہے۔ ہاں تدبیر اور دعا وغیرہ کو بھی عمل میں لائے کہ اس میں اجر و ثواب بھی ہے اور ممکن ہے کہ تقدیر ٹل بھی جائے ورنہ فارسی کے مقولہ کے مطابق

تدبیر کند بندہ تدبیر تو مند خندہ

بندہ تدبیر کرتا ہے تو تقدیر ہنستی ہے کہ بندہ کیا کر رہا ہے

لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ کچھ اور ہے۔ اسی لئے اس شعر کے مطابق ہونا چاہیے

ارید و مالک ترید ہجری و ارید ہجرک ماترید

اس کا خلاصہ فقیر اویسی غفرلہ نے عرض کیا ہے

تو کچھ چاہندیں میں کچھ چاہند

میں او چاہندا جو تو چاہندیں

یعنی تو کچھ چاہتا ہے میں کچھ چاہتا ہوں میں وہی چاہتا ہوں جو تو چاہتا ہے۔

فقیر ذیل میں بہار شریعت سے عقائد و مسائل عرض کرتا ہے تاکہ ہر بندہ خدا کو اسی طور زندگی بسر کرنے کا موقع

نصیب ہو۔

تقدیر کے متعلق عقائد و مسائل

عقیدہ

ہر برائی و بھلائی اس نے اپنے علم ازل کے موافق مقدر فرمادی ہے جیسا ہونے والا تھا اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ دیا جیسا ہم کرتے والے تھے ویسا اس نے لکھ دیا۔ زید کے ذمہ برائی لکھی اس لئے کہ زید برائی کرنے والا تھا اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا وہ اُس کے لئے بھلائی لکھتا تو اُس کے علم یا اُس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔ تقدیر کے انکار

کرنے والوں کو نبی ﷺ نے اس اُمت کا مجوس بتایا۔

عقیدہ

تقدیر تین قسم ہے (۱) مبرم حقیقی کہ علم الہی میں کسی شے پر معلق نہیں (۲) معلق محض کہ صحیف ملائکہ میں کسی شے پر اُس کا معلق ہونا ظاہر فرمادیا گیا ہے (۳) معلق شبیہ بہ مبرم کہ صحیف ملائکہ میں اُس کی تعلیق مذکور نہیں اور علم الہی میں تعلیق ہے۔

عقیدہ

مبرم حقیقی کی تبدیلی ناممکن ہے اکابر محبوبانِ خدا اگر اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انہیں اس خیال سے واپس فرمادیا جاتا ہے مثلاً ملائکہ قوم لوط پر عذاب لے کر آئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کافروں کے بارے میں اتنے ساعی ہوئے کہ اپنے رب سے جھگڑنے لگے۔ رب فرماتا ہے

يَجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ (پارہ ۱۲، سورۃ طہ، آیت ۷۴)

ترجمہ: ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔

انتباہ

قرآن مجید میں اُن بے دینوں کا رد فرمایا جو محبوبانِ خدا کو بارگاہِ عزت میں کوئی عزت و وجاہت نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ اس کے حضور کوئی دم نہیں مار سکتا حالانکہ اُن کا رب عزوجل اُن کی وجاہت اپنی بارگاہ میں ظاہر فرمانے کو خود ان لفظوں سے ذکر فرماتا ہے کہ ہم سے جھگڑے لگا قوم لوط کے بارے میں۔

حدیث

(نیز) شب معراج حضور ﷺ نے ایک آواز سنی کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ بہت تیزی اور بلند آواز سے گفتگو کر رہا ہے۔ حضور ﷺ نے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ عرض کی موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ فرمایا کیا اپنے رب پر تیز ہو کر گفتگو کرتے ہیں۔ عرض کی اُن کا رب جانتا ہے کہ اُن کے مزاج میں تیزی ہے۔ جب آیت کریمہ

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (پارہ ۳۰، سورۃ الضحیٰ، آیت ۵)

ترجمہ: اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

نازل ہوئی کہ حضور ﷺ نے فرمایا

اذا لا ارضى وواحد من امتي في النار

ایسا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک امتی بھی آگ میں ہو

یہ تو شاخیں بہت رفیع ہیں جن پر رفعت عزت و جاہت ختم ہے۔ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم، مسلمان ماں باپ کا کچا بچہ جو حمل سے گر جاتا ہے اُس کے لئے حدیث میں فرمایا کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ سے اپنے ماں باپ کی بخشش کے لئے ایسا جھگڑے گا جیسا قرض خواہ کسی قرض دار سے یہاں تک کہ فرمایا جائے گا

ايها السقط المراغم وبه

اے کچے بچے اپنے رب سے جھگڑنے والے اپنے ماں باپ کا ہاتھ پکڑ لے اور جنت میں چلا جا۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا مگر ایمان والوں کے لئے بہت نافع اور شیطان الانس کی خیانت کا دافع تھا کہ خلاصہ یہ کہ قوم لوط پر عذاب قضائے مبرم حقیقی تھا خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس میں جھگڑے تو انہیں ارشاد ہوا

يَا اِبْرَاهِيمُ اغْوِضْ عَنْ هَذَا اِنَّهُ قَدْ جَاءَ اَمْرٌ رَبِّكَ وَانْتَهُم ابْنِهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ

(پارہ ۱۲، سورۃ صود، آیت ۷۶)

ترجمہ: اے ابراہیم اس خیال میں نہ پڑ بیشک تیرے رب کا حکم آچکا اور بیشک ان پر عذاب آنے والا ہے کہ پھیرا نہ جائے گا۔

نقدیر ثالثا

خا ہر قضائے معلق تک اکثر اولیاء کی رسائی ہوتی ہے اُن کی دعا سے اُن کی ہمت سے ٹل جاتی ہے۔ (۱) اور وہ جو متوسط حالت میں ہے جسے صحف ملائکہ کے اعتبار سے مبرم بھی کہہ سکتے ہیں اُس تک خواص اکابر کی رسائی ہوتی ہے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کو فرماتے ہیں میں قضائے مبرم کو روک دیتا ہوں اور اسی کی نسبت حدیث میں ارشاد ہوا

ان الدعاء يرد القضاء بعد ما ابرم

بے شک دعائے مبرم کو ٹال دیتی ہے

مسئلہ

قدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے ان میں زیادہ غور و فکر کرنا سبب ہلاکت ہے۔ صدیق و فاروق رضی اللہ

تعالیٰ عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے مادشا کس گنتی میں۔ اتنا سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو مثل پتھر اور دیگر جمادات کے بے حس و حرکت نہیں پیدا کیا بلکہ اُس کو ایک نوع اختیار دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی عقل بھی دی ہے کہ بھلے بُرے نفع نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اسباب مہیا بھی کر دیئے ہیں کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے اس قسم کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں اور اسی بناء پر اس پر مواخذہ ہوتا ہے اپنے آپ کو مجبور یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہے۔

مسئلہ

برا کام کر کے تقدیر کی طرف منسوب کرنا اور مشیت الہی کے حوالہ بہت بُری بات ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے اسے منجانب اللہ کہے اور جو بُرائی سرزد ہو اس کو شامت نفس تصور کرے۔ (بہار شریعت)

آخری گزارش

فقیر نے حسب استطاعت تقدیر کے متعلق تحقیق و تفصیل عرض کر دی ہے۔ خدا کرے اہل اسلام کو اس سے فائدہ حاصل ہو اور فقیر و ناشر کے لئے موجب بخشش ہو۔ (آمین)

بجاء حبیبہ الکریم الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

فقہ الاسلام

القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۱۴ شعبان ۱۴۲۳ھ

شب سوموار مبارک بعد صلوٰۃ المغرب